اسمبلی انتخابات سے فارغ ہوکر شیخ عبداللہ نے سرینگر میں اندرونی اور خفیہ طور پر نیشنلزم کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنے اثر کے باوجود اعلانیہ ایسا کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دل سے نیشنلزم کے قائل نہ تھے بلکہ اس کے پیچھے اور کوئی منشا تھا۔ ظاہر ہے کہ جو بات دل سے نہ اُٹھے اور جس بات کا پس منظر نیک نیتی کا حامل نہ ہو اس بات کا قائل ملامت ضمیر کی وجہ سے جرأت بے کانہ کا سرمایہ دار نہیں ہوسکتا چونکہ وہ کانگریسی آقاؤں کے لیے مجبور تھے۔ اس لیے انہوں نے انتخابات کے تقریباً ایک ماہ بعد مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا، اس سال وہی مسلم کانفرنس کے صدر تھے، اس اجلاس میں کانفرنس بلانے کی غرض اسمبلی میں پارٹی لیڈر کا انتخاب اور مسلم کانفرنس بُلانے کی غرض اسمبلی میں پارٹی لیڈر کا انتخاب اور مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں تبدیل کرنا تھا۔

اس سلسلے میں دو اُمیدواروں میں مقابلہ تھا۔ شیخ محمد عبداللہ کے امیدوار کو ۱۹ ممبران اسمبلی میں صرف دو دو ووٹ حاصل ہوئے۔ شیخ عبداللہ اس شکست سے بوکھلا اُٹھے۔

نیشنل کانفرنس کے بارے میں شیخ عبداللہ کی دو دلیلیں تھیں ایک یہ کہ بقول ان کے وزیر اعظم گوپالا سوامی آہنگر نے ان سے وعدہ کر رکھا تھا کہ اگر ریاست میں نیشنلسٹوں کا برائے نام ڈھانچہ قائم ہوجائے تو حکومت اصلاحات کے سلسلے میں ایک انقلاب انگیز قدم اٹھانے کے لیے تیار ہوگی اور کم از کم دو عوامی منسٹر حکومت میں شامل کر لیے جائیں گے۔ دوسرا یہ کہ میرے ساتھ اب چند غیر مسلم سیاسی کارکن شامل ہوکر قومی کام کرنا چاہتے ہیں میں ان کو کس طرح نظر انداز کر سکتا ہوں۔ شیخ صاحب کی یہ دونوں باتیں بے معنی تھیں۔ دراصل آہنگر شیخ صاحب کے ہاتھوں مسلم کانفرنس کی مضبوط جماعت کو توڑ کر مسلمانوں کی وحدتِ ملّی کو پاش پاش کرنا چاہتے تھے، شیخ عبداللہ کے پیش نظر اس وقت گنتی کے چند ہندوؤں کی رفاقت تھی اور حکومت کی جانب سے محکمانہ طاقت کا وعدۂ فردا اور ذاتی شہرت اور کانگریس کے ظاہری مسحور کُن سامان زینت وزیبائش، شیخ صاحب ان چیزوں کو ہر حالت میں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ذاتی حصول جاہ وحشمت کی قیمت تمام کا تمام اُنکا سیاسی و مذہبی مستقبل تھا.....!



دراصل تاریخ کشمیر میں یہ بہت بڑا منحوس دن تھا، جب وحدت ملی اور قومی شیرازہ بندی کے قصر فلک بوس کی آہنی بنیادوں کو کانگریس اور مہاسبھا کے تعلق کی وجہ سے پاش پاش کر دینے کی طرح ڈالی گئی جس کی انتہا کا یہ عالم ہے کہ آج اس کے باعث کشمیری مسلمان ہی نہیں بلکہ تمام ملت سوگوار ہے، شیخ عبداللہ کو ہندوؤں کی طرف سے متحدہ قومیت کا جو یقین دلایا جا رہا تھا اس کی غرض محض یہ تھی کہ شیخ عبداللہ جو اس وقت کانگریس کی سرمایہ داری کے جال میں آچکا تھا، اسلامی سوادِ اعظم سے کاٹ دیا جائے۔ اور اس طرح مسلمانوں کو جماعتی طور کمزور کر کے اپنی محکمانہ اور اقتصادی اجارہ داری کے غلبے کی بنیاد زیادہ مضبوط کر دی جائے۔"

لاہور سے جموں اور جموں سے لاہور آکر شیخ محمد عبداللہ نے مسلم کانفرنس کو تنگ نالہ کہہ کر نیشنل کانفرنس کے بیکراں دریا میں جانے کا ریزولیشن پیش کیا تو پہلے مرحلے پر بعض مسلم رہنماؤں کے ہوش ہی اُڑ گئے۔ آزاد مسلم کانفرنس اور جموں کے مسلم رہنماؤں نے تو اس تجویز کی کھلم کھلا مخالفت کی، مسلم رہنماؤں میں مولوی عبداللہ وکیل، منشی شہاب الدین، سعد الدین [illegible]، مفتی ضیاء الدین، غلام حیدر غوری، عبدالستار گجری، مولوی عبدالرحیم، پیر افضل مخدومی [illegible] محی الدین ہمدانی، غلام محی الدین قرہ، سید حسین جلالی، غلام احمد گنائی، شیخ احمد دین، [illegible] افضل بیگ، غلام محمد حکپن، غلام محی الدین رہبر، محی الدین نور، غلام رسول عارف، شیخ [illegible] الصمد، پیر محمد مقبول گیلانی، پیرزادہ طیوب شاہ، محمد اقبال چاپری، محمد یوسف قریشی۔ [illegible] الدین قریشی، عبدالعزیز شورہ، منشی غلام محمد خادم، عبدالعزیز شال، علی محمد بکسیلر، شیخ [illegible] محی الدین، مولوی محمد حسین، نور محمد (بک سیلر) پیر حسام الدین اور منشی عبدالعزیز کے ساتھ [illegible] رہنماؤں اور کارکنوں نے اس اقدام کے خلاف سخت احتجاج کیا۔

علی محمد، عبدالعزیز (روشنی) اور شیخ عبدالصمد نے ذاتی طور پر شیخ صاحب کے ہاں جاکر [illegible] ان سے اس کا مدعا و مقصد پوچھا تو وہ کوئی معقول جواب نہیں دے سکا۔

شیخ عبداللہ کے حامیوں میں سے غلام احمد عشائی اور بخشی غلام محمد نے بھی مسلم کانفرنس کو [illegible] کانفرنس میں بدلنے کی مخالفت کی، لیکن شیخ صاحب نے کسی ایک کی بھی نہ سنی، کمال کی بات تو یہ [illegible] کہ اس تبدیلی کی مخالفت کا جتنا دائرہ وسیع ہوگیا اتنا ہی شیخ عبداللہ اس بات پر اٹل رہے۔ انھوں نے بار بار ایک ہی بات دہرائی جو پنڈت نہرو نے ان کے کان میں ڈال دی تھی کہ کشمیر

میں صرف مسلمان ہی ظلم نہیں سہہ رہے ہیں بلکہ غیر مسلم بھی ۔ لہٰذا غیر مسلموں کو بھی اشتراکِ عمل کی دعوت دینا ضروری ہے۔

چنانچہ شیخ عبداللہ اور پریم ناتھ بزاز نے پنڈت نہرو کو ایک مشترکہ خط لکھا :

" ۱۰ر جون ۱۹۳۶ء

ہمارے محبوب پنڈت جی!

آنجناب جو کہ ہندوستان کے زعیم اعظم اور نوجوانوں کے لیے عمل آموز ہیں ۔ اہلِ کشمیر آپ کے دیدار سے مشرّف ہونے اور ارشادات سے مستفید ہونے کے لیے بیتاب ہیں ہم اس بات کا بصد افتخار احساس کرتے ہیں کہ ہندوستان کے بیتیس ۳۵ کروڑ قلوب پر حکمرانی ایک ایسی ہستی کے ہاتھ میں ہے جو ہمارے خون اور گوشت و استخواں کا مہیم ہے۔ اِن دنوں جبکہ دُکھ دیتی ہوئی گرمی اور جھلسائی ہوئی لُو کُرّہ عرض کے مختلف اکناف سے لوگوں کو جنّتِ بے نظیر وادی کی بہشت افزا نسیم سے لطف اندوز ہونے کے لیے یہاں لا رہی ہے اگر آنحضور اپنے مصروف ترین اوقات کے چند لمحات اہلِ کشمیر کے لیے بچا کر ہمیں مشرّفِ دیدار فرما دیں تو ہمارے لیے موجبِ ہزار ہا مباہات کے باعثِ تسکین ہوگا۔

ہماری انتہائی مساعی یہ ہیں کہ ریاست کی سیاسی تحریک فرقہ واری کی بجائے اقتصادیت پر مبنی ہے اور ہندو و مسلمان کے مابین حائل شدہ خلیج پاٹ دی جائے، اس مقصد کی تکمیل کے لیے گذشتہ سال سے ہم نے " ہمدرد " ہفتہ وار جاری کر رکھا ہے جو محفوظانہ رفتار سے چل رہا ہے اور ایک خاص حد تک اپنے مقاصد میں کلیتاً دوچار ہو چکا ہے۔ اخبار کے ایڈیٹر نے ہمیں مطلع کیا کہ کچھ عرصہ سے ہمدرد کا پرچہ ہفتہ وار باقاعدہ آنجناب کی خدمت میں ترسیل ہوتا رہتا ہے یہ جریدہ جیسا کہ آنحضور نے ملاحظہ فرمایا ہوگا ریاست جموں و کشمیر کے طول و عرض میں تدریج اور پختگی کے ساتھ سیاسی آزادی، اقتصادی آزادی اور مجلسی آزادی کے پیغام کی تبلیغ کر رہا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ حضور کی تشریف آوری ان مقاصد مہمہ کی تکمیل کی موجب ہوگی اور ہمیں منزلِ مقصود تک رسائی میں مُمد ثابت ہوگی۔

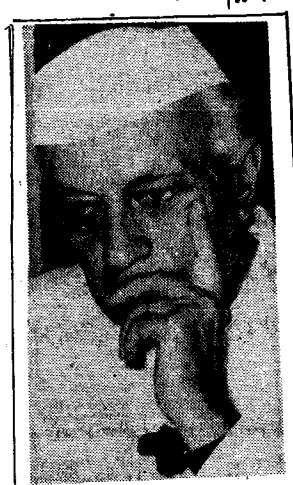


ہم غریب ہیں اور آنجناب کو کشمیر کے غربا کی طرف سے اپنے غریب ملک میں دعوتِ تشریف فرمائی دیتے وقت ہمیں اپنی بے نوائی کا مکمل احساس ہے۔ البتہ واحد دولت جس کے ہم مالک ہیں وہ حبِّ وطن اور آنجناب کی ذات اور جناب کے مقاصد کی محبت ہے ۔ ہم اپنی مخلصانہ محبت کے پھول آپ پر نچھاور کرنے کے آرزومند ہیں۔ کیا ہمیں یہ موقع نصیب ہوگا۔ اگر ہوگا تو کب ؟

ہمیں امید ہے آپ نفی میں جواب دے کر ہماری دل شکنی نہیں فرمائیں گے ۔

ہم ہیں جناب کے مخلص :

شیخ محمد عبداللہ ۔ پریم ناتھ بزاز

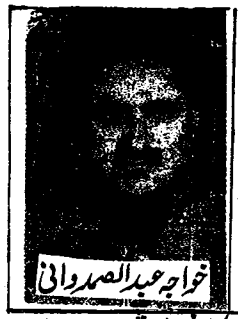


پنڈت جواہر لال نہرو

اس مشترکہ خط کا جواب شیخ محمد عبداللہ اور پنڈت پریم ناتھ بزاز کے نام ۱۸ر جون ۱۹۳۶ء کو دیا گیا۔ پنڈت نہرو نے مشترکہ جوابی خط میں اس اقدام کی سراہنا کی، دونوں طرف کے یہ مشترکہ خطوط خواجہ عبدالصمد وانی ایڈیٹر ویکلی "کشمیر" راولپنڈی پاکستان نے اپنے اخبار کے ۱۹ر مئی ۱۹۸۶ء کے شمارے چھاپ دیئے ہیں اور ان کے بارے میں اپنے تبصرہ میں ایڈیٹر موصوف نے لکھا ہے :۔

" مسلم ریاست جموں و کشمیر کو بھارت کا حصّہ بنانے کی سازش جو اکتوبر ۱۹۴۷ء میں مکمل کرنے کی کوشش کی گئی تھی اس کی ابتداء ۱۹۳۶ء میں ہوئی تھی، جب جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی قومی تنظیم آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس اپنے عروج پر تھی ۔

۱۹ر جون ۱۹۳۶ء کو پتھر مسجد سرینگر میں مسلم کانفرنس کی طرف سے قائداعظم محمد علی جناح کو ایک استقبالیہ دیا گیا۔ اس میں چودھری غلام عباس خاں نے بحیثیت صدر مسلم کانفرنس قائداعظم کو سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی طرف سے بھرپور حمایت و وفاداری کی یقین دہانی کرائی اس تاریخی اجلاس


خواجہ عبدالصمد وانی

سے صرف سات روز بعد ۱۰ رجون ۱۹۳۶ء کو کشمیری رہنما شیخ عبداللہ اور اُن دنوں ان کے قریبی دوست پریم ناتھ بزاز نے آل انڈیا کانگریس کے ایک ممتاز رہنما پنڈت نہرو کو ایک مشترکہ خط لکھا تھا جس میں ریاست جموں وکشمیر میں کانگریس کی حمایت میں ایک سیاسی تنظیم بنانے پر آمادگی کا اظہار کیا گیا پنڈت نہرو نے ۱۸ رجون ۱۹۳۶ء کو اس خط کا جواب دیا۔ شیخ عبداللہ اور بزاز کی اس رائے کے دایرۂ اثر میں لانے کی پہلی کوشش تھی اور اس طرح اس مسلم ریاست کو بھارت کا حصّہ بنانے کی سازش کا آغاز ہوا تھا۔"

خواجہ عبدالصمد وانی نے خطوط کے تبادلہ کو مسلم اتحاد میں رخنہ ڈال کر اس تنظیم کو بدلنے کی جو پہلی کوشش قرار دی ہے۔ حالانکہ اس کام کا بیڑا ایک سال قبل اٹھایا گیا تھا۔ اصل میں مسلم کانفرنس کے جنم کے ساتھ ہی اس کی موت کا آغاز ہو چکا تھا۔

مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں تبدیل کرنے کے بارے میں چرچے ہونے لگے تو بعض جوشیلے مسلم لیڈروں اور جوانوں جن میں غازی امان اللہ خان، ایم اے صابر، پیر قلندر شاہ، سیّد حسام الدین گیلانی، غازی عبدالرحمان خطیب، لطیف قریشی، نصراللہ خاں، غلام حیدر خان، پیر مُبارک شاہ، غلام حسن انقلابی، شیخ غلام محمد، سیّد محی الدین اندرابی، غلام نبی رفیقی، محمد مقبول شاہ، امیر الدین میر عبدالعزیز، پیر افضل مخدومی، نور محمد، عبدالخالق رینزو، مرزا غلام محی الدین، خواجہ غلام نبی عبدالعزیز میرپوری وغیرہ شامل تھے اعلان کیا کہ ہم کسی صورت میں ایسا نہیں ہونے دیں گے انھوں نے رائے عامہ کو منظم اور ہموار کرنے کے لیے سرینگر، بارہمولہ، اسلام آباد، جموں، میرپور، راجوری مظفر آباد وغیرہ علاقوں میں جلسے منعقد کیے مختلف جلسوں میں بعض قوم پرست مسلم لیڈروں کی شان میں رکیک زبان استعمال ہونے لگی۔

اسی دوران وزیر اعظم کے دفتر سے یہ راز فاش ہو گیا کہ گوپالا سوامی آئینگر نے کانگریس کی ہدایت پر شیخ محمد عبداللہ کو مسلم کانفرنس کی تنظیم پاش پاش کرنے کے لیے کثیر رقم دے کر خریدا ہے۔ جس کے عوض انھوں نے مسلم قوم سے غداری کے لبادے میں قوم پرستی کی عبا زیب تن کی ہے۔

جب اس بات کے چرچے ہونے لگے تو کئی وفود شیخ صاحب سے مل کر اس سودے بازی کی تردید کرنے کے لیے کہنے لگے لیکن انھوں نے بقول پیر افضل مخدومی یہ سوال ایسے ٹال دیئے جیسے



کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔

جنوری ۱۹۳۷ء کے پہلے ہفتے میں زیارتِ حرمین شریفین جانے والے چند حضرات مجاہد منزل آئے شیخ صاحب نے ان سے کہا وہ مدینہ شریف جا کر ہمارے لیے دُعا کریں، مولوی سعید نے ان سے تاکید کی کہ وہ مکّہ معظمہ میں ہماری آزادی کی دُعائیں کریں، حاجیوں کو رخصت کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا:

"انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی آئندہ سال حج کا فریضہ ادا کروں گا"۔ اس پر ایک حاجی امیر الدین نے نے فرمایا، "پھر تو اگلے سال میں دوبارہ حج کرنے جاؤں گا۔"

دس افراد پر مشتمل حاجیوں کا یہ قافلہ جب مجاہد منزل سے روانہ ہوا تو اس میں غلام محمد آہنگر وائلنسٹر اور غلام محمد فراش وائلنسٹر نے شمولیت کی، نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، اور اسلام زندہ باد کے نعروں کے ساتھ جب حکومت کے خلاف نعرے دیئے جانے لگے تو فساد برپا ہوا اور لاٹھی چارج سے کئی لوگ زخمی ہوئے ان میں غلام الدین بانڈے اور غلام جیلانی (جیلانی بوٹ ہاؤس) شدید زخمی ہوئے۔

شیخ صاحب کے اگلے برس حج بیت اللہ جانے کی خبر تشہیر ہوئی تو بعض حلقوں کی طرف سے چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ ان چہ میگوئیوں نے جب مطالبات کی صورت اختیار کر لی تو ان سے کہا گیا کہ وہ اپنا اثاثہ ظاہر کریں۔ اگر وہ کہہ رہے ہیں میرے پاس پھوٹی کوڑی تک نہیں ہے تو وہ اگلے برس حج کا فریضہ کیسے انجام دیں گے۔

شیخ صاحب کی طرف سے جب کوئی جواب نہیں دیا گیا تو اگلے روز ہاتھ سے لکھے گئے پوسٹر نظر آنے لگے، جن کا عنوان تھا:

"نوسو چوہے کھا کر بلّی حج کو جا رہی ہے"

"بد دیانتی اور خیانت سے حاصل کیگئی دولت حج کے لیے موزوں نہیں"

"فریضۂ حج ادا کرنے کے لیئے حلال کی کمائی ہونی چاہیئے"

مسلم کانفرنس کو توڑنے کے لئے کانگریس کی دولت سے حج نہیں ہو سکتا"

---



۱۹۳۸ء میں لاہور سے صوبہ سرحد کے دورے پر جانے والے تین دوست ۔ شیخ محمد عبداللہ خان عبدالغفار خاں اور پنڈت جواہر لال نہرو

جنہوں نے برِّ صغیر کی تقسیم کی صورت میں صوبہ سرحد اور کشمیر کا الحاق بھارت سے کرنے کا عہد و پیمان کیا



پنڈت جواہر لال نہرو
اور
شیخ محمد عبداللہ

دوستی نبھا کر نہ جانے
کس بات کا انتظار
کر رہے ہیں ؟



شہر کی جس شخصیت کو ایک حسین منظر کہا
دیکھتا ہوں آج میں وہ شہر بھی مرتا ہوا

# شیخ محمد عبداللہ کا ڈکٹیٹرانہ طرزِ عمل تنظیم پر اس کا اثر

شیخ محمد عبداللہ نے کچھ ایسی طبیعت پائی تھی کہ وہ دوست کم بناتے تھے اور دشمن زیادہ ۔ ان کے دوست بھی اگر دشمن نہ بن جائیں تو شاید یہ ان کی توقعات کے خلاف تھا ، شیخ صاحب کا ڈکٹیٹرانہ طرزِ عمل ان کی من مانیاں اور ہٹ دھرمی تنظیم کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی ۔ انھوں نے اپنے طریقۂ کار سے تحریک کے بانیوں کو تحریک سے کنارہ کشی کے لیے مجبور کیا ۔ میر واعظ مولوی یوسف شاہ کے ساتھ انہیں زبردست بَیر تھا ۔ منشی شہاب الدین کو ناراض کر کے تحریک کو اُن کی خدمات سے محروم کر دیا ۔ سعدالدین شال کے ساتھ روکھا پن اپنا کر انہیں بدظن کر دیا ۔ خواجہ غلام احمد عشائی کے الزامات کا جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو اُن سے بے رُخی اختیار کی ۔

غلام نبی گلکار اور چودھری غلام عباس خان نے پھوٹ سے تنظیم کو بچانے کے لیے صبر و برداشت کے کتنے ہی تلخ گھونٹ پی لیے ۔ تحریکِ حُریت کے بانی مولانا عبداللہ وکیل کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ۔ حتیٰ کہ انھوں نے مولوی غلام نبی ہمدانی کو بھی نہیں بخشا جو ان کی ہاں میں ہاں ملانے والوں میں شمار ہوتے تھے ۔ منشی شہاب الدین ، سعدالدین شال ، خواجہ غلام احمد عشائی کی طرح مولوی عبداللہ وکیل خاموش رہنے والے نہیں تھے ۔ انھوں نے شیخ محمد عبداللہ کی طرف سے ان پر لگائے گئے الزامات جو اخبار "حقیقت" کی ۴ ر اور ۵ ر اگست ۱۹۳۶ء میں چھپے تھے ، کے جواب میں ایک پمفلٹ چھپوا کر اسے



مولوی عبداللہ وکیل

وسیع پیمانے پر تقسیم کرایا۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

"شیخ محمد عبداللہ جو مسلمانوں کا قائد اور امام ہونے کا دعویدار ہے، جس کی خدمت میں نے شفیق باپ کی طرح انجام دی اور جن کے لیے میں خطرناک موقعوں پر سینہ سپر ہوتا رہا۔ اور جس کو میں نے اپنے بچوں سے زیادہ عزیز اس لیے سمجھا کہ وہ شاید قوم کے لیے مفید وجود ثابت ہو، آج اسی شیخ عبداللہ نے بہت سے فرضی الزام لگا کر مجھے غدار و منافق قرار دیا، میں اس مختصر اعلان میں اُن سے بے سروپا اور لغو الزامات کا جواب دینا صرف اس قدر کافی خیال کرتا ہوں کہ شیخ محمد عبداللہ نے ہزارہا لوگوں کے سامنے غلام نبی ہمدانی پر یہ الزام لگایا تھا کہ انھوں نے قادیانیوں کی تحریک سے شہداء کے جلوس میں شامل ہونے پر تکلف کیا۔ اس کے جواب میں مولانا ہمدانی نے اپنے وعظ میں اعلان کیا کہ یہ الزام محض غلط اور افترا ہے اور یہی امر واقعہ ہے، کیونکہ اس الزام کے ثابت کرنے میں شیخ صاحب قیامت تک قاصر رہیں گے اور ہمدانی صاحب کے مذکورہ بالا جواب کے بعد شیخ صاحب کا لاجواب رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ صاحب افسوسناک حد تک کذب بیانی کے دلدادہ ہیں۔ مولانا ہمدانی جس کا والد بزرگوار بستر مرگ پر پڑا ہوا ہے اور جلاوطنی کی وجہ سے مصائب میں مبتلا ہوا اگر وہ بھی شیخ عبداللہ کے فرضی الزامات سے محفوظ نہیں رہ سکتا تو میرے جیسا گنہگار شخص کس شمار و قطار میں ہے؟ غلط واقعات بیان کرنا اور غلط الزامات لگا کر کسی بھی شخص کو بدنام کرنا ان کے نزدیک کوئی معیوب بات نہیں۔ ایسی سیاسی فضا میں ان کے لیے جھوٹ بولنا کوئی گناہ نہیں لیکن شیخ صاحب کو یاد رکھنا چاہیے کہ کاغذ کی ناؤ زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی، شیخ محمد عبداللہ بے سروپا طویل تقریر میں مجھے قادیانیوں میں شامل کر کے اُن کے افعال کا ذمہ دار گردانتے ہیں حالانکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ میں جماعت احمدیہ قادیان سے تعلق نہیں رکھتا ہوں۔ اُس جماعت سے کون تعلق رکھتا ہے اور اُن کا نمک کھاتا ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ (وہ قادیانیوں کو اس بنا پر عہد شکن اور ملزم قرار دیتے ہیں کہ انھوں نے دوکان سنگین میں انجمن قایم کی۔ حالانکہ اس انجمن کے قیام پر مولوی غلام مصطفےٰ برادر مولوی سعید مسعودی صاحب ایڈیٹر "ہمدرد" نے پلیٹ فارم پر آ کر قادیانیوں کی مخالفت کی تو یہ شیخ صاحب ہی تھے جنھوں نے مولوی مصطفےٰ



کو نہ صرف ڈانٹ کر نیچے بٹھا دیا بلکہ قادیانیوں کی حمایت میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ اور اُن کی حد سے زیادہ تعریفیں کر کے عوام کے دلوں میں میاں بشیر محمود احمد صاحب کی عظمت کا سکہ بٹھا دیا، پس اگر قادیانیوں نے کوئی عہد شکنی کی تھی یا وہ کسی غدّاری کے مرتکب ہوئے تھے تو شیخ صاحب کو اس وقت اظہار حق میں کونسی چیز مانع تھی۔ اس وقت شیخ صاحب کو دلیری سے حق کا اظہار کرنا تھا اتنی مدت گزر جانے کے بعد گڑے مُردے اُکھیڑ کر تفرقہ پیدا کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی یا تو اُس وقت شیخ صاحب نے سچائی کو چھپایا نہیں تو اب غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں)

کیا شیخ صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ موقع پر اظہار حق سے روکنے والا کس رعید کا مستحق ہے۔ رسولِ خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ الصامت من الحق۔

زیادہ تعجب اس بات کا ہے کہ شیخ صاحب مجھے کانفرنس کا مخالف قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ میں نے ہمیشہ کانفرنس کے لائحہ عمل پر کاربند ہو کر کام کیا ہے بلکہ شیخ صاحب اور اُن کے حاشیہ نشینوں سے میرا تنازعہ یہی ہے کہ انہوں نے کانفرنس کے اصول نظر انداز کیے اور محض خشکی اور آبی جلوس جیسے نمائشی کاموں سے عوام کا وقت ضائع کیا، کوئی بھی ٹھوس کام نہیں کیا، دنیا جانتی ہے کہ کانفرنس کی حمایت میں ابتداء سے آج تک میں نے کس قدر زور صرف کیا اور اُس وقت سے خدمت کر رہا ہوں جب شیخ صاحب کا نام نامی اور اسم گرامی سے دُنیا ناواقف تھی، ایجی ٹیشن کے دوران جو مصائب میں نے اور میرے خاندان نے اُٹھائے ہیں، اس کی سرزمین کشمیر گواہ ہے۔ اگرچہ میں کسی انسان سے ان خدمات کا معاوضہ نہیں مانگتا مگر کاش! شیخ عبداللہ جیسا محسن کش اس قسم کے حربے استعمال کرنے سے باز رہتے، مجھے افسوس ہے کہ شیخ صاحب نے عموماً دانا اور تجربہ کار دوستوں سے قطع تعلق کر کے ایسے لوگوں کو اپنا مشیر اور ہمراز بنایا جو محض ناعاقبت اندیش اور انسانیت کے درجے سے گرے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی جھوٹی تعریفیں کر کے وہ انھیں سر چڑھا رہے ہیں، اور وہ نشہ میں سرشار ہو کر اس بوڑھے کو گوشۂ عافیت میں بھی بیٹھنے نہیں دیتے لیکن شیخ صاحب یاد رکھیں ایک وقت آئے گا کہ یہی حاشیہ نشین شیخ صاحب کے خلاف اسی محسن کشی کے حربے کو استعمال کریں گے۔

پنجاب کے موجودہ سیاسی حالات شیخ صاحب کے لیے چراغِ راہ ہوسکتے ہیں، بشرطیکہ شیخ صاحب اُن سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ شیخ صاحب کے رویہ سے اور ان کے حاشیہ نشینوں کی ریشہ دوانیوں سے مجبور ہوکر کانفرنس سے میں نے استعفیٰ دیا، لیکن اس کے بعد آج تک کانفرنس پارٹی سے متحد ہوکر پوری وفاداری سے قوم کی خدمت انجام دے رہا ہوں۔ اس پر بھی مجھے ملزم بنا دیا جا رہا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

جناب شیخ صاحب غلام نبی گلکار کو جھوٹا قرار دے کر ان سے معافی نامہ تحریر کراتے ہیں۔ کون واقف نہیں کہ تنظیم کو فتنہ فساد سے محفوظ رکھنے کی خاطر غلام نبی گلکار آپ کا کہا مانتے ہیں۔ حالانکہ شیخ صاحب پر رُوزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ قوم کے ہزاروں روپے جو محمد یحییٰ رفیقی کے پاس تھے، غائب ہوگئے، جب اُن سے اس کی باز پُرس کی گئی تو انہوں نے بتایا یہ روپے پولیس لے گئی مگر خواجہ سلام شاہ نقشبندی کی گواہی سے محمد یحییٰ رفیقی کی شہادت غلط ثابت ہوئی، شیخ صاحب نے یہ رقومات وصول کرنے کے لیے اقساط مقرر کیں جو نہ وصول ہوئیں اور نہ ہوسکتی ہیں کیونکہ اس ساری رقم کا ففٹی ففٹی ہوگیا ہے۔ اسی طرح کئی سوخروار شالی کے لیے حاجی عبدالغفار ہندوارہ اور دیگر رقومات کے لیے پیر ضیاء الدین و ترہل مہدہ میرویری ناگ وغیرہ کو بقول شیخ صاحب ذمہ دار گردانا گیا مگر کاروائی ندارد، کیوں ــــ؟ یہ راز کسی سے پوشیدہ نہیں۔ پھر ایسے اشخاص مسلم کانفرنس کے ممبر و اراکین بھی بن جاتے ہیں، اور ایماندار اراکین کو کنارہ کش ہونے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے۔

بہتر ہوگا کہ شیخ مجھے خاموش رہنے دیں تاکہ سارا بھانڈا پھوٹ نہ جائے اور ایسے حالات کا انکشاف نہ ہو جو رسوائی کا باعث بنے۔

میں شیخ عبداللہ سے سوال کرتا ہوں کہ ان کے خیال میں غلام نبی گلکار یا اور کوئی شخص اس وجہ سے ملزم ہے کہ وہ قومی مال غبن کرنے امانت میں خیانت کرنے والوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ آخر اِن خائنوں کے کونسے سُرخاب کے پَر لگے ہوئے ہیں کہ وہ کسی حساب کے جواب دہ نہیں ہوسکتے اور جو قومی دولت ہضم کریں وہ شیرِ مادر کی طرح ان کے لیے حلال ہو اگر مسلم کانفرنس کے لیڈروں اور کارکنوں کا یہ حال ہو تو ایسی کانفرنس مسلم کانفرنس نہیں ہوگی، یہ خائنوں کی کانفرنس ہوگی۔



مسلمانوں کا فرض ہے کہ سب سے پہلے کانفرنس کی اصلاح کریں بیرونی اراکین کانفرنس کو کیا معلوم کہ اندر کیا ہو رہا ہے جو مسلمانوں کے قائد اعظم اور امام ہونے کا دعویدار ہیں اُن کا کیا حال ہے"۔

مولوی عبداللہ وکیل کی طرف سے پمفلٹ کی تقسیم سے قبل مجاہد منزل سرینگر سے مولوی غلام نبی ہمدانی کے نام ایک چٹھی زیرِ نمبر MC 222 مورخہ 36 - 8 - 10 جاری کی گئی۔ جس میں انہیں اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے مجاہد منزل آنے کو کہا گیا۔ انھوں نے مجاہد منزل جانے کے بجائے تحریری جواب بھیج کر شیخ عبداللہ سے مخاطب ہوکر کہا کہ وہ اس تحریر کو پریس کو بھیجدیں، جب انکی یہ تحریر پریس کو نہیں بھیجی گئی تو مولوی عبداللہ وکیل کی جرأت سے شہ پاکر انھوں نے اپنا بیان شائع کروایا، مولوی غلام نبی ہمدانی نے اپنے اوپر لگائے الزامات کا جواب حسبِ ذیل دیا۔

میرے اور شیخ صاحب کے درمیان نیشنلزم پر اختلاف رائے ہے میں نے اس مسئلہ کو شیخ صاحب کی ذاتی رائے سمجھ کر کبھی اس کے خلاف کچھ نہ کہا لیکن برخلاف اس کے شیخ صاحب اس اصول کو کانفرنس کے ممبران سے منوانا چاہتا ہے اس غرض کے لیے وہ مخالف آراء کو مخالفت، رعب اور رسوخ کے ناجائز استعمال سے دباتا ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ:

۱۔ اس کے حواریں غیر ذمہ دارانہ طور پر میرے خلاف پبلک میں بدظنی پھیلا رہے ہیں، مثلاً محمد سعید کا یہ کہنا کہ مجھے قادیان سے مبلغ ۵۰ روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔

۲۔ محمد شعبان کا میرے خلاف غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈہ کرنا اور شیخ صاحب کا اس کو اس حرکت سے باز نہ رکھنا۔

۳۔ شیخ صاحب کا اپنے لیکچروں میں مجھے بالواسطہ اور بلاواسطہ دھمکی دینا اور خلوت میں مجھے غنیم وغیرہ ذلیل ناموں سے یاد کرنا۔

۴۔ شیخ صاحب اپنے ذاتی اثر و رسوخ کے مقابلہ میں کسی دوسرے شخص کی پوزیشن گوارہ نہیں کرتا اس کی یہ پالیسی اسلام کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ مولوی یوسف شاہ کے بعد بزعمِ خود اب میری تذلیل کا ارادہ رکھتا ہے، مثلاً گاندربل اور شہیل ٹینگ کے لیکچروں کا ماحصل اور ان کا یہ کہنا کہ میں نے مدرسہ کی آمدنی (چندہ) ہضم کر دیا اور میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔

۵۔ بنتھر مسجد کی ان کی تقریر کہ میں نے یوسف شاہ کو کچھ نہیں دیکھا اب اس (ہمدانی) کی کیا پرواہ کروں۔

اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ شیخ صاحب کس قماش کے ہیں۔

۶۔ کانفرنس کی مجلس عاملہ میں میرے خلاف عدم اعتماد اس بات کی دلیل ہے کہ مجھے شیخ صاحب اور اُن کی پارٹی نے بزعمِ خود احمدی سمجھا ہے، میرا احمدی ہونا ثابت کرنا شیخ صاحب کا فرض ہے۔

۷۔ کانفرنس نے اس امر کی کبھی تحقیقات نہیں کی کہ مرزائیوں نے کیوں اور کس قسم کی غداری کی تا وقتیکہ ایسا کرنے کے بعد مجھ پر حقیقتِ حال ظاہر نہ ہو، میرے نزدیک احمدیوں کو غدّار کہنا قبل از وقت تھا۔ شیخ صاحب کی بات کے ساتھ ہاں میں ہاں ملا کر بلا سوچے سمجھے۔ احمدیوں کے خلاف ہونا چاہیے۔ میں درست نہیں سمجھتا میرے خیال میں احمدیوں کے خلاف شیخ صاحب کی جدوجہد انفرادی اور ذاتی نوعیت کی ہے اس لیے کانفرنس کو اس بارے میں مطلع کرنا ضروری ہے۔ بصورت دیگر شیخ صاحب کو ان حرکات سے باز رکھنا لازمی ہے۔

۸۔ محمد شعبان کے قضیہ میں شیخ صاحب کی ذمہ داری یہ کہنے سے دور نہیں ہو سکتی کہ میں نے محمد شعبان کو ایسی باتیں کہنے کے لیے نہیں کہا ہے جبکہ کانفرنس کے متعلق پروپیگنڈا وغیرہ میں ان دونوں میں رازدارانہ رشتہ ہے، ان حالات کے پیش نظر مجھے یہ باور کرنے کی کافی وجہ ہے کہ اس پروپیگنڈے میں در پردہ شیخ صاحب کا ہاتھ ہے۔

۹۔ شیخ صاحب نے حبہ کدل کے لیکچرس میں یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے غلام نبی گلکار کے طلبِ حساب کی کاروائی میں اُسے تفرقہ پیدا کرنے کا مسئلہ کیوں نہ اُٹھایا اور اس طرح لوگوں کو اصل حالات سے لاعلم رکھ کر گمراہ کیا۔ اوّل تو میں اس کاروائی سے لاعلم تھا دوسرا غلام نبی گلکار کا حساب طلب کرنا نامناسب نہیں تھا۔ کیونکہ خیانت کے چرچے عام تھے۔ لہٰذا اُن کی مخالفت ہم کیسے کر سکتے ہیں؟

۱۰۔ کانفرنس جمہوریت سے ڈکٹیٹرشپ میں تبدیل کی گئی ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ شیخ صاحب بلا حصول اجازت از مجلس عاملہ میرے خلاف کوئی اقدام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اس بارے میں کانفرنس کو اپنا نظریہ نگاہ واضح کرنا چاہیے کہ ان کی نظروں میں شیخ عبداللہ کی کارروائی کس طرح حق بجانب ہے۔

۱۱۔ محمد سعید مسعودی، نے میرے خلاف جو تقریر کی وہ میری پوزیشن کے خلاف ہے اس لیے میں ان کے استعفے کا خواہاں ہوں، محمد سعید کی تقریر کے بارے میں شیخ عبداللہ کی خاموشی مشتبہ ہے۔



۱۲۔ ریلیف کی آمدنی اور خرچہ اب تک نہ کبھی شائع کیا گیا اور نہ ہی اس وقت کیا جا رہا ہے، گو مجھے بذاتِ خود اس امر کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں لیکن عام لوگوں کا رجحان طبع یہی ہے کہ کانفرنس والوں نے اس رقم کو باہم مل کر ہضم کر دیا ہے۔ یا اس رقم سے بلاوجہ تنخواہیں لے رہے ہیں میری ذات بھی قدرتی طور پر متہم ہو جاتی ہے۔ اس لیے ریلیف کے آمد و خرچ کی مد، اور حسابات سے لوگوں کو مطلع کیا جانا چاہیئے، کیونکہ لوگوں نے ہر جگہ ریلیف کی رقومات ہضم کرنے پر آئندہ چندہ دینے سے اجتناب کیا ہے لہٰذا کانفرنس کو اپنے فائدے کے پیش نظر لوگوں کے شبہات کو دور کرنے کی مناسب سبیل پیدا کرنی چاہیئے۔

حضرات! آپ لوگوں کو علم ہے، میرے اور میرے خاندان کے خلاف پچھلے ایک مہینے سے کس قدر غلط پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، واقعہ یہ ہے کہ کئی مسائل پر ہمیں آپس میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ معاملات تصفیہ کی غرض سے کل کے طویل اجلاس میں زیر بحث آئے۔ رہا [illegible] جملہ کا جو میری ذات اور میرے خاندان کے متعلق ہے، مثلاً یہ کہ میں پچاس روپے قادیانیوں سے تنخواہ لیتا ہوں یا مدرسہ کا روپیہ ہضم کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

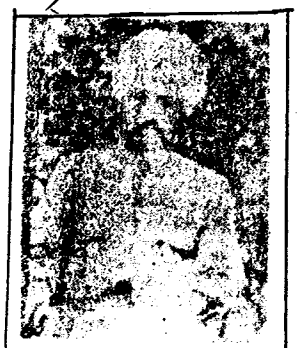
اس کے متعلق مجھ سے کہا گیا یہ کاروائی جذبات کے مشتعل ہونے کا نتیجہ تھا چونکہ وہ اپنے افعال کا ذمہ دار ہیں اس لیے میں نے مسلمانوں کے مفاد اور کانفرنس کے نظام کو زک نہ پہنچنے کی غرض سے صلح کا رویہ اختیار کر لیا۔ میں اس کاروائی کو اپنی کسی برتری یا پوزیشن پر محمول نہیں کرتا ہوں بلکہ محض حق و صداقت اور دیانت داری کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔

دُعا ہے خدا مجھے اور میری جماعت کو ہمیشہ راستی کا ساتھ دینے اور باطل شور و شر اور رعب سے مرعوب نہ ہونے کی توفیق عطا کرے تاکہ ہم آزادی اور جرأتِ قلبی کے ساتھ ملک و ملّت کی خدمت کے اہل ثابت ہوں۔ آمین!

خادمِ قوم

مولوی غلام نبی ہمدانی

ہمدانی منزل مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۳۶ء



مولوی غلام نبی ہمدانی

لڑائی جھگڑا اور صلح و صفائی کا دور جاری تھا محاذ کبھی سرد اور کبھی گرم ہو رہا تھا کہ دسمبر ۱۹۳۷ء

کے چوتھے ہفتے میں

## "شیخ محمد عبداللہ کی بدعنوانیاں"

کے نام سے ایک کتابچہ وسیع پیمانے پر عوام میں تقسیم کیا گیا۔ اس میں شیخ محمد عبداللہ پر تنظیم کے ساتھ غداری کرنے کے کئی الزام لگانے کے ساتھ ان پر ذاتی حملے بھی کیے گئے، کتابچہ میں شیخ عبداللہ کو مرزائی کہہ کر مخاطب کیا گیا اور مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں بدلنے کے لیے پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ سودے بازی کرنے، ہندوؤں سے قبل از وقت رشوت لینے کا بھی الزام لگایا گیا۔

"شیر بکرا" فسادات کے لیے انھیں ذمہ دار گردانا گیا۔ مسلمانوں کا اتحاد درہم برہم کرنے کی سازش کا انھیں سرغنہ مان لیا گیا۔ ان کی غنڈہ گردی، ڈکٹیٹرانہ طرز عمل کے ساتھ دیگر اخلاق سوز تہمتیں ان پر لگائی گئیں۔ اس کے علاوہ ان پر کئی ایسے الزام بھی لگائے گئے جن کو ضبط تحریر میں لانا مناسب نہیں ہے۔

انہیں بے درد، بے مروّت، طوطا چشم، حق ناشناس، مردم ناشناس، بداخلاق، بدلحاظ، خودغرض، متکبّر، مغرور، بددیانت، غاصب اور ایسے دوسرے ناموں سے یاد کیا گیا۔

اس کتابچے کی وسیع پیمانے پر تقسیم سے ایک انتشار پیدا ہو گیا، جان کار حلقوں نے جب اس کا کھوج لگایا تو معلوم ہوا یہ مفتی ضیاء الدین پونچھی نے لاہور میں چھپوا کر جموں و کشمیر میں تقسیم کرایا۔

اس کتابچے کی تقسیم سے پیدا شدہ صورت حال سے نمٹنے کے لیے نور محمد کتب فروش کے گھر پر ایک میٹنگ منعقد ہوئی اس میں غلام محمد فاروقی ملازم غلام جیلانی (رپوٹر مرچنٹ) غلام احمد جوہر اور دوسرے بزنس مین حضرات نے شرکت کی، میٹنگ میں کتابچے کے اخلاق سوز اور شرمناک الزامات پر اظہار افسوس کیا گیا اور اس کا جواب مرتب کرنے کا فیصلہ لیا گیا۔ لیکن یہ فیصلہ شاید روبہ عمل نہیں لایا جا سکا۔ کیونکہ مجھے تلاش بسیار کے باوجود کہیں بھی اس کا جواب دستیاب نہ ہو سکا۔

---



اب وہی سب ہیں علمبردار میرے نام کے
ذائقہ میرے لہو کا جن کی تلواروں میں تھا

# مسلم کانفرنس جانکنی کی حالت میں

مسلم کانفرنس کا دوسرا اجلاس اتفاق رائے سے صوبہ جموں کے میرپور علاقہ میں منانے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ ڈوگرہ شاہی کی قتل و غارت اور بربریت کے کارن وہاں کی خوفزدہ مسلم آبادی کو کسی قدر حوصلہ مل سکے۔ شیخ عبداللہ نے میرپور کے بجائے جموں شہر میں کانفرنس کا اجلاس بلانے کی تجویز رکھی لیکن اکثریت کے احترام میں انہیں اپنا فیصلہ بدلنا پڑا، چنانچہ ۱۵، ۱۶ اور ۱۷ دسمبر ۱۹۳۳ء کو میرپور میں مسلم کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ سرینگر کے علاوہ دیہات اور قصبات کی کافی تعداد میں ڈیلی گیٹ میرپور کے اجلاس میں شریک ہوئے اس اجلاس کی صدارت شیخ عبداللہ نے کی، اپنے خطبۂ صدارت میں حکومت سے انہی شکایات کو دہرایا جو اس سے قبل کے اجلاس میں بتائی گئی تھیں۔ البتہ اس بار انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"عوام کے جو حقوق ضایع کیے گئے ہیں ان میں کسی مخصوص ملّت کو نقصان نہیں پہنچا ہے۔ مسلم اور غیر مسلم ان نقصانات میں برابر کے شریک ہیں، حکومت اگر ان تفرقات سے دست بردار ہو جائے تو حاصل شدہ حقوق سے سب اقوام کو یکساں فائدہ پہنچے گا، آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس نے جس قدر کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان میں تمام اقوام کا فائدہ ملحوظ رکھا ہے ....."

اجلاس میں کئی قرار دادیں پاس کی گئیں اور شیخ صاحب کی طرف سے خصوصی طور پر یہ قرارداد پیش کی گئی کہ "غیر مسلم بھی ہمارے دوش بدوش کھڑے ہو کر ملک اور قوم کو ذلّت و افلاس اور غلامی سے نجات دلانے کی مہم میں حصّہ لیں۔ کیونکہ مسلم کانفرنس کے پیش کردہ مطالبات صرف

مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ ان سے ریاست کا ہر فرقہ اور ہر فرد مستفید ہو سکتا ہے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ اپنے ہموطن مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل کر اس قومی محاذ کو مضبوط بنائیں۔"

شیخ عبداللہ نے اپنے خطبۂ صدارت اور قرار دادوں میں جن خیالات کا اظہار کیا ان کو مدِّنظر رکھ کر ان کے خیالات، ان کی نیت اور ان کی وسعتِ قلب کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ اور ایک ذی حس انسان ان کے زرّیں خیالات کی نہ صرف تائید و حمایت کر سکتا ہے بلکہ اُن کے ایسے نظریات کے لیے انہیں سر آنکھوں پر بٹھا سکتا ہے۔ مگر..... مگر چند ایک احباب کے سوا کوئی اور نہیں جانتا تھا کہ یہ سب شیخ عبداللہ نہیں کہہ رہا ہے بلکہ ان کے اندر وہ چور بتا رہا ہے، جو چور ان کے اندر کانگریس نے بٹھا دیا ہے۔ کیونکہ کانگریس نے ریاست کی غیر مسلموں کی خوشنودی کے لیے مسلم کانفرنس کی تنظیم ختم کرنے اور اس کا پرچم لپیٹ کر رکھ دینے کا تہیّہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس کی تکمیل کے لیے انھوں نے نیشنلزم کے جراثیم شیخ عبداللہ کے جسم میں ڈال دیئے تھے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو انھیں غیر مسلموں کا کوئی درد نہیں تھا اور نہ ہی یہ غرض تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ وہ بھی ان کے دوش بدوش چلیں اگر اُن کی غرض تھی تو بس یہ تھی کہ جتنی جلد مسلم کانفرنس کا شیرازہ بکھر جائے اُتنا ہی اچھا ہے تاکہ وہ کانگرس کی آنکھوں کا تارا بن سکیں۔

مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ کرنے اور اسے 'شیر اور بکرا' کے ساتھ ذریکہ اور کوٹہ میں بانٹنے کے بعد غیر مسلموں کو اپنی صفوں میں شامل کرنا مسلمانوں کی یک جہتی کے کفن دفن کا انتظام کرنے کے مترادف تھا۔ جو اُن ایام میں بہت کم احباب جانتے تھے۔

علامہ اقبال جو کشمیر تحریک پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے، انھوں نے اس سلسلے میں شیخ عبداللہ کے نام خط لکھ کر ان کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی لیکن بے لاحاصل رہی۔

" لاہور ۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۳ء

ڈیر شیخ عبداللہ صاحب!

السلام علیکم!

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ "مسلم کانفرنس کشمیر" کے بارے میں اخبار میں پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ بزرگانِ کشمیر بہت جلد اپنے مطالبات سلجھائیں گے اس بات کے لیے میں ہر لحظہ دست بدُعا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کی مساعی کو بارآور کرے گا۔ لیکن جو مختلف جماعتیں سنا ہے



کہ بن گئی ہیں اور ان کا باہمی اختلاف آپ کے مقاصد کی تکمیل میں بہت بڑی رکاوٹ ہوگا۔ ہم آہنگی ہی ایک ایسی چیز ہے جو تمام سیاسی و تمدنی مشکلات کا علاج ہے۔ ہندی مسلمانوں کے کام اب تک محض اس وجہ سے بگڑتے رہے کہ یہ قوم ہم آہنگ نہ ہو سکی، اور اس کے افراد اور بالخصوص علمائے کرام اوروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے رہے بلکہ اس وقت بھی ہیں۔ بہرحال میری دعا ہے کہ آپ کے ملک کو یہ تجربہ نہ ہو۔ افسوس ہے کہ میں اور مشاغل کی وجہ سے کانفرنس میں شریک نہ ہو سکوں گا۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا

محمد اقبال ـــ لاہور "

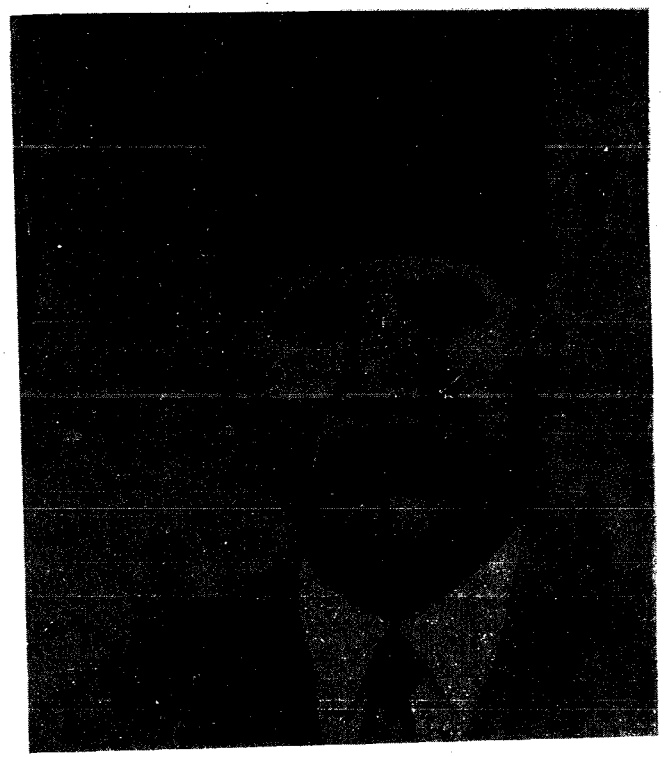
شیخ عبداللہ نے ساری زندگی اقبال اور کلامِ اقبال کو اپنی مشعلِ راہ بنایا لیکن ان کے اس ایک اہم خط جس میں انہیں قومی آہنگی کا درس دیا تھا تاکہ مسلمانوں کی یک جہتی اور اتحاد بنا رہے اس درس کو انھوں نے نظر انداز کر دیا۔

پوچھا جا سکتا ہے جس شخصیت کی ایک اہم نصیحت جس میں قومی اتحاد مضمر تھا جس میں مسلمانوں کے روشن مستقبل کی نشاندہی ملتی تھی اس شخصیت کی نصیحت کو قابلِ اعتنا نہ سمجھ کر اُن کی زندگی اور ان کے زرّیں کلام کی مثالیں دینا کیا معنی رکھتا ہے، صاف ظاہر ہے کہ یہ علامہ سر محمد اقبال کی شخصیت کا استحصال تھا۔ جو ایک بار نہیں بلکہ بار بار کیا گیا۔

مسلم کانفرنس کا چھٹا اجلاس جو ۲۵ر، ۲۶ر اور ۲۷ر مارچ ۱۹۳۸ء کو جموں میں زیرِ صدارت شیخ محمد عبداللہ منعقد ہوا دراصل مسلم کانفرنس کی تجہیز و تدفین کا اجتماع تھا۔ لیکن خطبۂ استقبالیہ شیخ محمد امین نے بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ پیش کیا وہ تجہیز و تدفین کی اس سازش سے کل بے خبری کا ثبوت فراہم کر رہا تھا کیونکہ انھوں نے اپنے خطبہ میں گذشتہ کارکردگیوں پر روشنی ڈالنے کے دوران ان سازشوں کی کوئی نشاندہی نہیں کی جو اس تنظیم کو ختم کرنے کے لیے اور عبداللہ کے درمیان پروان چڑھ رہی تھی۔

شیخ محمد عبداللہ نے اپنے خطبۂ صدارت میں اجتماع سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

" ہمیں اپنے گھر کا انتظام کرنے میں خود مختاری دے دی جائے اور ہمارے



علاّمہ سر محمّد اقبال

جنہوں نے شیخ محمّد عبداللہ کو اتحاد برقرار رکھنے کی تاکید کی تھی



ان قدرتی و پیدائشی حقوق، جو انسانیت کے ابتدائی اور عام حقوق ہیں اُن میں کوئی بیرونی اور مطلق العنانہ اندرونی مداخلت نہ کی جائے اسی چیز کا نام ذمہ دار نظام حکومت ہے، اور یہی ہمارا نصب العین ہے جس کے حصول کی خاطر ہم اپنی زندگیاں وقف کر چکے ہیں۔ اور جس کو ہر قیمت پر حاصل کرنا ہمارا محبوب ترین مقصد حیات قرار پا چکا ہے۔

ذمہ دار نظام حکومت کے حصول میں ان تمام لوگوں کی شرکت فرض اولین ہے جنہیں موجودہ حکومت کے وقت مختلف النوع غلامیوں اور فقر و فاقہ کی مصیبتوں کا شکار بنایا جا رہا ہے۔ وہ لوگ کون ہیں وہ صرف مسلمان ہی نہیں صرف ہندو اور سکھ ہی نہیں اچھوت اور بودھ ہی نہیں بلکہ ریاست کے تمام باشندے ہیں۔ بعض مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ آٹھ لاکھ کے آٹھ لاکھ غیر مسلم نہایت ہی آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں یہ خیال خام ہے دراصل آٹھ لاکھ میں سے چند ہزار غیر مسلم ہی ایسے ہوں گے جو مصائب و آلام سے بچے ہوئے ہوں۔ ورنہ باقی سب کے سب آپ ہی کی طرح بے علمی، جہالت، مفلسی، قرضہ، بھاری بھرکم محصولات اور اس قسم کی دوسری مصائب کے مارے ہوئے ہیں۔

یہ نظام حکومت صرف اسّی فیصد مسلم آبادی کے لیے ہی نہیں طلب کیا جا رہا ہے یہ تو سو فیصدی باشندگانِ جموں و کشمیر کے لیے مانگا جا رہا ہے۔ اس لیے اسکو حاصل کرنے کے وقت بیس فیصدی ہندوؤں، سکھوں بودھوں اور ہریجنوں کو بھی شمولیت کی دعوت دینا اور انہیں اپنے ساتھ ملا کر آگے بڑھانا اشد ضروری ہے۔

میرے نزدیک قومی عمارت کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے دو باتیں لازمی ہیں اور جمہوریت کی جان ہیں۔ اولاً تمام سیاسی و معاشی امور میں ہندو سکھ اور مسلم، غیر مسلم کے امتیازات کو ختم کر کے مشترکہ اور متحدہ قومی محاذ قائم کرنا دوئم ملک کے ہر ایک بالغ مرد و زن کو حق رائے دہندگی کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر کے مشترکہ طریقۂ انتخاب کو رائج کرنا۔۔۔۔"

اجلاس میں کئی قراردادیں پاس کی گئیں، اس سوال کو پیش کرتے ہوئے کہ غیر مسلموں کو مسلم کانفرنس بحیثیت مسلم اپنا ممبر نہیں بنا سکتی اس لیے عملی اشتراک کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار

کیا جائے کہ کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہ آسکے۔

شیخ صاحب نے فرمایا:۔

"مسلم اور غیر مسلم کو ایک مرکز پہ کھڑا کرنے کی صورت موجودہ حالت میں مختلف ہونی چاہیئے ایک مشترکہ قومی جماعت کی تعمیر کے وقت جماعت کے نام بعض جزوی قواعد میں ضروری ترمیم کرنی لازمی اور ضروری ہے"۔


محمد عمر بٹ

اس ترمیم کے لئے سرینگر میں ایک خصوصی اجلاس طلب کیا گیا۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد خواجہ محمد عمر بٹ نے مسلم کانفرنس کے بدلے تنظیم کا نام "نیشنل کانگریس" تجویز کیا۔ لیکن ان کی یہ تجویز پاس نہ ہوسکی، بقول بخشی غلام محمد شیخ صاحب نے ایک روز قبل اس نام کی چٹ مجھے دی تھی۔ تاکہ میں اس نام کی تجویز پیش کرسکوں لیکن میرے انکار پر انھوں نے یہ چٹ محمد عمر بٹ کے حوالہ کی تھی سرینگر میں کانگریس کے ایک لیڈر دوارکا ناتھ کاچرو تین دنوں تک خواجہ محمد عمر بٹ کے ہاں مقیم تھے اور وہ نیشنل کانگریس کے نام پر خفیہ طور پر زیادہ زور دے رہے تھے۔

"نیشنل کانگریس" کی تجویز نامنظور ہوگئی تو ہندو لیڈروں کے ساتھ کانگریس کو ایک دھچکا لگا اور کافی دوڑ دھوپ کے بعد انھوں نے خواجہ محمد عمر بٹ کو نیشنل کانگریس کی داغ بیل ڈالنے کے لئے استعمال کیا۔

چنانچہ مئی ۱۹۳۸ء میں خواجہ عمر بٹ نے "نیشنل کانگریس" نام کی اس نئی جماعت کی داغ بیل ڈال دی۔ اس کے صدر خواجہ محمد عمر بٹ، جنرل سیکرٹری روگناتھ ویشنوی اور قابل ذکر ممبران میں سیٹھ کشوری لال، مدن لال، وید پرکاش اور علی محمد بٹ ہیں۔ نیشنل کانفرنس بنتے ہی یہ تنظیم اس میں مدغم ہوگئی۔

نیشنل کانگریس کے نام کی تجویز نے بعض مسلم رہنماؤں کو گویا جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور یقیناً ان حضرات سے خوفزدہ ہوگئے۔ جو مسلم کانفرنس کی تنظیم پر منڈلا رہے تھے۔ اگرچہ پہلے مرحلے پر قریب قریب مسلمان قائدین نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ البتہ ایک لابی ایسی موجود تھی کہ وقت آن پہنچا ہے کہ



ملک کے تمام ترقی پسند عناصر حصول ذمہ دار نظام حکومت کے لئے ایک جھنڈے تلے جمع کئے جائیں اس لئے مجلس عاملہ جنرل کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ آئندہ ہونے والے اجلاس کے موقعہ پر کانفرنس کے نام اور آئین میں اس قسم کی تبدیلی اور ترمیم کی جائے تاکہ تمام ایسے لوگ جو اس سیاسی جدوجہد میں حصہ لینے کی خواہش رکھتے ہوں بلا تمیز مذہب و ملت اور رنگ و نسل آسانی کے ساتھ کانفرنس کے رکن بن سکیں۔

اس تجویز کی جموں کے مسلم ممبران نے مخالفت کی تو انھیں تنظیم سے مستعفی ہونے کو کہا گیا۔

۲۴ جون ۱۹۳۸ء کو مسلم کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس طلب کیا گیا۔ اس اجلاس میں بیشتر مسلم رہنماؤں نے مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں بدلنے کی شدید مخالفت کی۔ البتہ بعض ممبران نے اس کی حمایت کی۔ مولوی عبداللہ وکیل نے اسے مسلم اتحاد کے خلاف گویا لا سوامی آئینگر کی ایک گہری سازش تعبیر کیا، آزاد مسلم کانفرنس کے لیڈروں نے اعلانیہ طور پر کہا کہ شیخ عبداللہ نے تحریک کو کانگریس کے ہاتھوں بیچ دیا۔

اخبار "پاسبان" کے ایڈیٹر سید معراج الدین احمد نے فرمایا کہ جیالال کلم، کیشپ بندھو رام ناتھ شاستری اور ڈاکٹر لیشن نے شیخ عبداللہ کے ہاتھوں مسلم کانفرنس کو ختم کرنے اور اس کا پرچم توڑنے کا جو عہد کیا تھا وہ پورا ہوگیا۔

چوہدری غلام عباس خاں نے فرمایا:

"اگر ہم نے مسلم کانفرنس کو توڑ کر نیشنل کانفرنس بنا دی تو یہ تنظیم کانگریس کی ایک لونڈی بن جائے گی (چوہدری عباس خان نے اگرچہ بعد میں ایسا کرنے کی حامی بھری لیکن نیشنل کانفرنس واقعی کانگریس کی لونڈی بن گئی اور دیکھا جائے تو آج کل یہ کانفرنس کانگریس کی لونڈی کے ساتھ اس کی داسی بھی بن گئی ہے)۔

تمام اعتراضات کو سن کر شیخ عبداللہ نے ان کو مسترد کیا، کافی لے دے کے بعد بعض مسلم رہنماؤں نے مشروط طور پر مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں بدلنے کی حامی بھرلی۔ ان میں چوہدری غلام عباس خان پیش پیش تھے۔

شرائط حسب ذیل تھیں:۔

(۱) نیشنل کانفرنس کا کانگریس کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں رہے گا۔

(۲) مسلمانوں کی اسی فیصد آبادی کے مقابل غیر مسلم افراد کی پارٹی میں شمولیت سے مسلمانوں کی انفرادیت پر کوئی برا اثر نہیں پڑے گا۔

(۳) ہندو اور مسلمانوں کا کوئی ملاپ نہیں ہو سکتا۔ البتہ دونوں فرقے سیاسی ایگریمنٹ پر ایک ساتھ کام کر سکتے ہیں۔

(۴) شیخ عبداللہ سے یہ توقع رکھی جائے گی کہ وہ مسلمانوں کی تباہی نہیں چاہیں گے۔"

شیخ عبداللہ نے یہ شرائط فوری طور پر منظور کر لیں، انہیں اس کے ساتھ کوئی غرض نہیں تھی کہ شرائط کیا ہیں؟ کیا نہیں؟ انہیں تو بس ایک غرض تھی کسی طرح مسلم کانفرنس کا نام مٹ جائے تاکہ وہ پنڈت نہرو کو بتا سکیں کہ میں نے یہ کام کر کے دکھا دیا۔

اِس اجلاس کے اختتام پر مسلم کانفرنس کے رہنماؤں نے پروگرام کے مطابق ذمہ دار نظام حکومت کے فوائد سے ریاستی عوام کو روشناس کرانے کے لیے جلسے جلوس اور تقریروں کا ایک ریاست گیر سلسلہ شروع کیا۔

سب سے پہلے مسلم کانفرنس کے لیڈر راجہ محمد اکبر خاں آف میرپور نے ذمہ دار نظام حکومت کا نعرہ ایک پبلک جلسے میں دیا۔ اُنہیں گرفتار کر کے تین سال کی قید اور ایک سو روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔

ان کے بعد شیخ محمد اکبر، بخشی غلام محمد، خواجہ محمد صادق، مولانا مسعودی اور دوسرے کئی لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ انہیں چھ چھ ماہ کی سزا سنائی گئی۔

۸ راگست ۱۹۳۸ء کو ذمہ دار نظام حکومت کے نام پر "کشمیر ڈے" منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ دہلی کانگریس کمیٹی کی طرف سے کشمیری پنڈتوں کو اس میں بڑے پیمانے پر شرکت کی ہدایت مل گئی۔

حسبِ پروگرام ذمہ دار نظامِ حکومت ڈے" کے طور پر منایا گیا۔ اس میں سبھی فرقوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

اس نوعیت کا یہ پہلا جلوس تھا جو شہر کے مختلف بازاروں سے گزر کر فرقہ وارانہ یگانگت کا بھرپور مظاہرہ کر رہا تھا۔ اس کے بعد ایسا مظاہرہ نہ کبھی دیکھنے میں آیا اور نہ ہی سننے میں۔

آل انڈیا اسٹیٹس پیوپلز کانفرنس نے برطانوی حکومت کے خلاف نیشنل ڈیمانڈ کا پروگرام بنایا تو اگست ۱۹۳۸ء میں سرینگر میں اسٹیٹس پیوپلز کانفرنس کی شاخ قائم کی گئی، سرینگر شاخ نے دوسری پارٹیوں کی طرح نیشنل ڈیمانڈ کے مسودے کی پُرزور حمایت کی، قومی مطالبہ مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کمیٹی خواجہ غلام محمد صادق کی سربراہی میں مرزا محمد افضل بیگ،



پنڈت جیالال کلم، کیشپ بندھو، پریم ناتھ بزاز اور سردار بدھ سنگھ پر مشتمل تھی۔

۲۷ راگست ۱۹۳۸ء کو قومی مطالبہ کے نام سے رہنمایانِ جموں وکشمیر نے دستاویز مرتب کی اسکو عوامی حلقوں کی جانب سے تائید حاصل کرنیکی غرض سے ایک پبلک جلسہ میں منظور کرانا مطلوب تھا حکومت نے شہر سرینگر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کیا جس کی وجہ سے ۲۸ راگست میونسپل حدود سے باہر درگاہ حضرت بل کے احاطہ میں ایک پبلک جلسہ منعقد ہوا جس میں عوامی حلقوں کی جانب سے اس عوامی منشور کی بڑے جوش وخروش سے تائید وحمایت کی گئی۔

اگلے روز اس کی پاداش میں شیخ عبداللہ کو گرفتار کیا گیا۔ شیخ صاحب کی گرفتاری کی خبر پھیلتے ہی شہر میں مکمل ہڑتال کی گئی اور احتجاجی جلوسوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ امیرا کدل کے پاس لوگ جمع ہونے لگے۔ پولیس دفعہ ۱۴۴ کا ڈنڈھورا پیٹ کر لوگوں کو منتشر کر رہی تھی۔ لوگ منتشر بھی ہو رہے تھے اور جمگھٹا بھی کر رہے تھے۔ علاقہ میں دن بھر تناؤ اور کشیدگی رہی، شام پانچ بجے کے قریب وزیر اعظم گوپالاسوامی آہنگر پولیس کی نگرانی میں سکریٹریٹ سے نکل کر کار میں اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہا تھا جونہی ہجوم کو چیرتی ان کی کار ریذیڈنسی روڈ کی طرف بھاگنے لگی، محمد رجب ڈار نامی ایک جوان ڈرائیور نے وزیر اعظم کی کار کی طرف جست لگا کر ڈرائیور تیر تھ سنگھ کو کار روکنے کو کہا اور اس کے ساتھ ہی اس جوان نے کار پر چھلانگ لگائی، کار بدستور بھاگنے لگی اور محمد رجب پھسل کر کار کے ایکسل بیس اٹک گیا۔ کار اسے روندتی ہوئی پوری رفتار کے ساتھ ریذیڈنسی روڈ پر پرشٹن جی کی دوکان تک لے گئی۔ جہاں ایک انگریز نے اپنی کار کو بیچ سڑک میں کھڑا کر کے گوپالاسوامی آہنگر کے ڈرائیور کو کار روکنے کے لیے مجبور کیا عین موقع پر خواجہ احسن اللہ، پیر مقبول گیلانی اور علی محمد نے محمد رجب ڈار کو ایکسل سے نکال کر انگریز کی موٹر میں مشن ہسپتال درگجن پہنچا دیا جہاں ان کا علاج معالجہ ہوتا رہا۔ ان کا علاج و معالجہ کرانے میں وزیر اعظم گوپالاسوامی آہنگر نے بڑی دلچسپی دکھائی۔

ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق محمد رجب ڈار کو اس حادثہ میں ۲۴ - انچ لمبا اور ڈیڑھ انچ گہرا زخم لگا۔

محمد رجب ڈار کے ساتھ اس قسم کی بہیمانہ حرکت کے خلاف عوام کی طرف سے سخت غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ خواجہ احسن اللہ اور پیر محمد مقبول گیلانی نے وزیر اعظم کے خلاف تند و تیز بیان دے کر حکومت کو مشتعل کیا، چنانچہ انہیں گرفتار کر کے سرسری سماعت میں انھیں چھ ماہ

قید سخت کی سزا سنائی گئی۔

حکومت کی اس کارروائی کے خلاف بطور احتجاج ایک عوامی جلسہ آزاد پارک امیرا کدل (جواب کے، ایم، ڈی اڈہ کہلاتا ہے) میں منعقد کیا گیا۔ جلسے سے مولانا محمد سعید مسعودی، غلام محمد صادق، سردار بدھ سنگھ، خواجہ علی محمد، کیشپ بندھو، غلام مرتضیٰ اور محی الدین نقاش نے حکومت کی کارروائی کے خلاف اظہار ناراضگی کے ساتھ سیاسی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ دُہرایا۔ اجلاس میں چیمبر آف کامرس کے چیرمین خواجہ غلام احمد (غلام محی الدین اینڈ سنز) کے مالک، شیام لال صرّاف اور منشی اسد اللہ کے اس بیان پر اظہار تاسف کیا گیا جس میں انھوں نے محمد رجب ڈار کی حرکت پر اعتراض کرکے اس حرکت پر مذمت کی تھی۔

حکومت کی کارروائی کے خلاف چوہدری غلام عباس خاں نے بارہمولہ میں تقریر کی جس کی پاداش میں انہیں بھی گرفتار کر لیا گیا۔ ایجی ٹیشن کا ایک نیا دور شروع ہوگیا۔ اس ایجی ٹیشن کو دبانے کے لیے حکومت نے اندھا دھند گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کیا۔ نیشنل ڈیمانڈ پر دستخط کرنے والے مسلم کانفرنسی لیڈر اور غیر مسلم احباب پابند سلاسل کیے گئے۔ خانقاہ معلی میں روزانہ ۴ بجے سے ۵ بجے تک جلسے ہونے لگے اور یہاں روزانہ درجنوں لوگ گرفتاری کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے لگے، گرفتار شدگان میں ہندو مسلم اور سکھ سبھی شامل ہوتے تھے۔

شیخ عبداللہ اور دیگر مسلم کانفرنس کے لیڈروں کو چھ ماہ کی قید اور پچیس روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔ مرزا محمد افضل بیگ اور خواجہ غلام محمد صادق کو حکومت نے اسمبلی کی نشست سے خارج کرکے پانچ سال تک انتخابات میں ان کے حصّہ لینے پر پابندی عائد کی، بعد میں حکومت نے خود ہی یہ پابندی اٹھادی۔

فروری ۱۹۳۹ء میں سیاسی قیدیوں کی رہائی شروع ہوگئی۔

۱۵ سے ۱۷ فروری تک لدھیانہ میں اسٹیٹ پیپلز کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں شرکت کے لیے ہندوستان کی ہر دیسی ریاست سے مندوبین لدھیانہ پہنچ رہے تھے، ریاست جموں وکشمیر کی طرف سے لدھیانہ کانفرنس میں شامل ہونے کے لیے جو وفد روانہ ہوا وہ سرینگر شاخ کے صدر شری موہن کشن ٹکو کی ہدایت پر یوں ترتیب دیا گیا۔ شیخ محمد عبداللہ چوہدری عباس خاں پنڈت کیشپ بندھو، میاں احمد یار خاں، غلام محی الدین ہمدانی، سید حسین شاہ جلالی، غلام محمد صادق، بخشی غلام محمد، پنڈت پریم ناتھ بزاز، پنڈت جیالال کلم، سردار بدھ سنگھ، مولوی محمد سعید



مسعودی، غلام حسن گیلانی، ڈاکٹر محمد عالم، ایم اے صابر ایڈیٹر "البرق"، غلام محی الدین نقاش، مسٹر ایم ساغر ایڈیٹر "مشقت"، جموں، ماسٹر عبدالعزیز، چوہدری عبداللہ خاں، چودھری لالہ بودھ راج، خواجہ عبدالقادر، غلام نبی وکیل، خواجہ علی محمد، پنڈت شمبھو ناتھ کول ایڈیٹر "ہمدرد"، سرینگر، خواجہ سیف الدین شاہ، پنڈت سروپ ناتھ، عبدالرحمان راحت، صوفی محمد اکبر، خواجہ محمد اکبر ڈار اور قاسم علی۔

لدھیانہ کانفرنس میں تحریک آزادی کشمیر ۱۹۳۱ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا اور کانفرنس کے کھلے اجلاس میں نمائندوں کے سامنے کشمیر کی حالیہ ایجی ٹیشن کو مشعل راہ قرار دے کر مقررین نے اس تحریک کی تشریح کرتے ہوئے دوسری ریاستوں سے غربت اور افلاس کو دور کرنے کے لیے ذمہ دار نظام حکومت کے ایسے زرّیں اصول کی حمایت کی جو کشمیر کے جیالے اور غیور رہاشندوں نے منتخب کیا ہے، کشمیری لیڈروں کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ انہیں جیالے اور جانبازوں کے خطابات سے نوازا گیا۔ ان کے عزائم کو یہ کہہ کر داد دی گئی کہ ان سورماؤں نے اپنے وطن اور قوم کی خوش حالی اور ترقی کے لیے ہنسی خوشی جیل کی تنگ و تاریک کوٹھریوں کو اپنے حقیقی گھروں میں تبدیل کیا ہے، اور ان کے اس جذبۂ حرّیت کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ یہ جیل سے رہائی پاتے ہی یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اور یہ اپنی اپنی میعاد قید نہایت ہی خوش خرّمی سے کاٹتے رہے۔ جب ان لوگوں کی معیاد قید اختتام پذیر ہونے لگی تو شیخ محمد عبداللہ اور پنڈت کیشپ بندھو کے سوا باقی تمام اراکین کو ریاستی حکومت نے وقت پر رہا تو کیا مگر ان دو قائدین کو مزید کچھ عرصے کے لیے جیل کی صعوبتیں جھیلنے کے لیے بند رکھا۔

اجلاس میں دیسی ریاستوں میں ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنے کی تحریک پر قرارداد پاس کی گئی اور ریاست جموں وکشمیر کے باشندوں کے مرتب کردہ ڈیمانڈ کی تائید کی گئی۔ جو بخشی غلام محمد نے مرتّب کرکے پمفلٹ کی صورت میں اجلاس میں تقسیم کرایا۔ تمام دیسی ریاستوں کے مقررین نے اس مسودے کو ترقی پسندانہ نوعیت کی اہم دستاویز قرار دیا۔

کانفرنس کے کھلے اجلاس میں پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنے صدارتی خطبہ میں ہندوستانی ریاستی عوام کے ڈیلی گیٹوں اور اجتماع کے سامنے اپنی تقریر میں کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ چند مہینوں کی بات ہے کہ اگست ۱۹۳۸ء میں جو ایجی ٹیشن شیخ محمد عبداللہ کی رہنمائی میں شروع ہوئی وہ محتاج تشریح نہیں آپ سبھی جانتے ہیں کہ کشمیر کے غیور باشندے کیا چاہتے ہیں اور ان کی غربت و افلاس کس طرح دور ہوسکتی ہے اس کا

واحد اور صحیح علاج جو انھوں نے تشخیص کیا ہے وہ ہے ذمہ دار نظام حکومت، ایسی آواز کو دبانے کے لیے کشمیر کے قائد شیخ محمد عبداللہ اور اُن کے رفقاء کو دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کا بہانہ بنا کر گرفتار کیا گیا تھا۔ جنہیں سٹی مجسٹریٹ سرینگر نے چھ چھ ماہ اور پچیس پچیس روپے جرمانہ کی سزائیں بھگتنے کا حکم صادر کیا، یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں کہ دنیا میں جو بھی سیاسی لیڈر آزادی حاصل کرنے کے لیے پیدا ہوتا ہے اُس کا گھر جیل میں ہوا کرتا ہے۔ مگر سامراج شاہی کی یہ کھوکھلی شاطرانہ چالبازیاں اب زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی ہیں۔ اگر شیخ محمد عبداللہ کو قید میں بند رکھ کر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے اس سب پر پردہ پڑ سکتا ہے جو کچھ کشمیر میں ہو رہا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ معتقدین نے وہ فرض ادا کیا جس کی بنا پر شیخ محمد عبداللہ کے ایام قید میں اضافہ کیا گیا۔"

لدھیانہ کانفرنس میں کشمیر کے مندوبین واپس سرینگر پہنچ گئے تھے کہ ۲۴ فروری کو شیخ عبداللہ کٹھوعہ جیل سے رہا کیے گئے۔ شیخ صاحب کے استقبال کے لیے مولانا مسعودی غلام محمد صادق، پریم ناتھ بزاز، سردار بدھ سنگھ اور غلام محی الدین نقاش پر مشتمل ایک کمیٹی ترتیب دی گئی، چنانچہ شیخ صاحب کی آمد پر سرینگر میں ان کا پُرتپاک اور شاندار استقبال کیا گیا۔

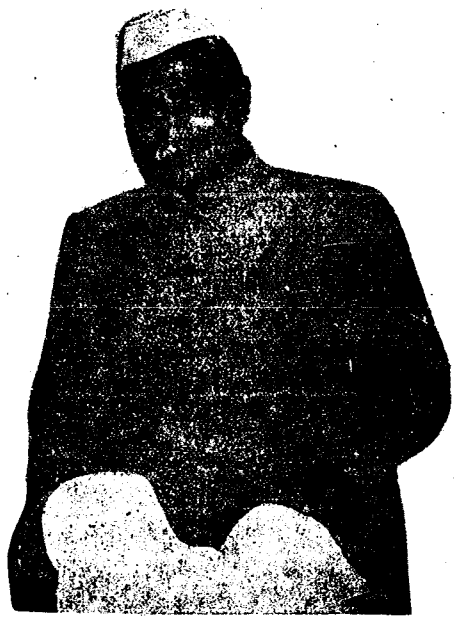
مارچ ۱۹۳۹ء میں کانگریس کا سالانہ اجلاس تریپورہ میں منعقد ہو رہا تھا جس میں صدر کانگریس کی خصوصی دعوت پر شیخ محمد عبداللہ کی قیادت میں بخشی غلام محمد، مولانا مسعودی، پریم ناتھ بزاز اور کیشپ بندھو نے شرکت کی، اجلاس کے دوران شیخ صاحب اور پنڈت نہرو کے ملاقات کے کئی دور ہوئے، جن میں بعض دور انتہائی خفیہ تھے، پنڈت جواہر لال نہرو نے شیخ صاحب کو ملک کے مقتدر رہنماؤں سے ملا دیا۔ ان میں خان عبدالغفار خاں، سردار ولبھ بھائی پٹیل، بابو راجندر پرشاد، ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر سید محمود، مسز سروجنی نائیڈو، شریمتی کملا دیوی چٹو پادھیائے، ڈاکٹر پٹا بھائی، رفیع احمد قدوائی، قابلِ ذکر ہیں۔

تریپورہ میں کانگریس کے سالانہ اجلاس کے دوران کشمیری رہنماؤں کی قیامگاہ پر ہندوستان کے بعض مقتدر رہنماؤں کی میٹنگیں ہوئیں۔ ان مقتدر لیڈروں کے علاوہ ریاست حیدر آباد، بھوپال، میسور، جے پور، اندور، راجپوتانہ اور کاٹھیاواڑ کے رہنماؤں نے ان کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔



پنڈت نہرو کی تجویز پر اجلاس کے ایک سیشن کی صدارت شیخ عبداللہ نے کی اجلاس سے شیخ عبداللہ کے ساتھ مولانا محمد سعید مسعودی نے خطاب فرماتے ہوئے کشمیر کی تحریکِ حریّت پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

کانگریس کی طرف سے کشمیری رہنماؤں کو بابو راجندر پرشاد کے ہاتھوں پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔



ڈاکٹر راجندر پرشاد

# تحریکِ حُرّیت کے جاں باز سپاہی



دائیں سے بائیں

پروفیسر محمد اسحٰق قریشی، چوہدری عبدالله خان بھلی - آغا شوکت علی، سردار محمد ابراہیم خان، چوہدری غلام عباس خان
میر واعظ مولوی یوسف شاہ، کرنل علی احمد شاہ، مرزا فقیر محمد راجوری، سردار فتح محمد خان

دوسری لائن میں

سردار یار محمد خان، غلام دین وانی، اللہ رکھا ساغر، مولانا محمد نور الدین شاہ، چوہدری حمید اللہ، چوہدری رحیم داد خان - خواجہ ثنا، اللہ شکیم، سید نذیر حسین شاہ اور سردار عبدالرحیم درانی۔

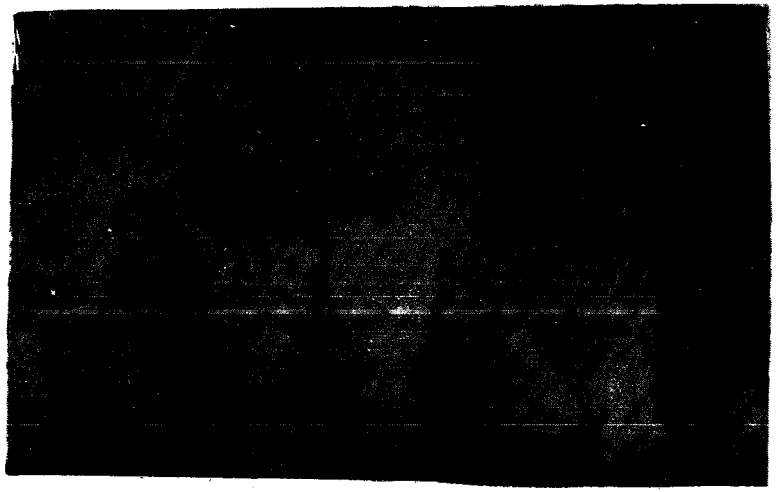




## مہاجرات قافلہ سالار سہسوانی سنہ ۱۹۳۶ء

دائیں سے بائیں کرسیوں پر) غلام محمد صادق بیاں، احمد یار خان، سردار بدھ سنگھ، مرزا افضل بیگ، محمد اکبر ڈار۔ فتح محمد خان
کھڑے ہوئے) شیخ محمد امین، علی محمد وانی، غلام حسن ملک، سید حسین جلالی، ولی احمد اللہ شہدا، سردار غلام حیدر خان، سردار فتح محمد خان

## مسلم کانفرنس کے آخری اجلاس کی ایک یادگار تصویر



(کرسیوں پر بیٹھے ہوئے بائیں سے دائیں)

خواجہ محمد اکبر ڈار ۔ محمد امین قریشی، مرزا محمد افضل بیگ، شیخ محمد عبداللہ، چودھری غلام عباس خان ۔ سید حسین جلالی ۔ شیخ محمد اکبر۔

(قطار میں کھڑے ہوئے دائیں سے بائیں)

حبیب اللہ زرگر، بخشی غلام محمد، علی محمد وانی ، محمد عبداللہ سیاکھوی، قاضی عبدالغنی ڈلنہ
مولانا محمد سعید مسعودی



مٹنے والوں کی وفا کا یہ سبق یاد رہے
بیڑیاں پاؤں میں ہوں دل مگر آزاد رہے

# مُسلِم کانفرنس کی آخری رسُومات
# نیشنل کانفرنس کا جنم

سیاسی قیدیوں کی رہائی ۲۸ فروری ۱۹۳۹ء کو شروع ہوگئی۔ رہائی کے فوراً بعد مسلم کانفرنس کے لیڈروں نے سیاست میں سرگرم حصّہ لینا شروع کیا۔ ایک اسپیشل اجلاس شاہی مسجد سرینگر میں بُلایا گیا۔ اس طرح ۱۰ اور ۱۱ جون ۱۹۳۹ء کو خواجہ غلام محمد صادق کی صدارت میں جلسہ کا آغاز ہوا مولانا سعید مسعودی جو مجلس استقبالیہ کے صدر تھے یہ قرارداد پیش کی کہ اب وقت آ پہنچا ہے کہ مسلم کانفرنس کے نام کو بدل کر نیشنل کانفرنس رکھا جائے۔ انھوں نے فرمایا:



خواجہ غلام محمد صادق

" اب جب کہ ہماری جدوجہد سے ریاست کے تمام باشندوں کو یکساں فائدہ پہنچا ہے تو کیوں نہ ہم سب مل کر اس نظریہ اور نصب العین کے لیے مشترکہ طور پر کمربستہ ہوجائیں جس سے ہمارا مستقبل درخشاں بن جائے۔"

مولانا مسعودی کی اس تجویز کی چودھری غلام عباس خاں نے اپنے نظریئے کو تبدیل کرتے ہوئے ان الفاظ میں تائید کی۔

" ۱۹۳۱ء میں ریاست کی سیاست نوپیدا شدہ اور عالمِ طفولیت میں تھی اس وقت نوزائیدہ سیاست کے لیے جو لباس تجویز کیا گیا تھا۔ آج جبکہ سیاست جوان ہوچکی ہے وہ لباس تنگ ہوچکا ہے۔ اور ضرورت اس بات کی ہے کہ سیاسیات کے موجود جسم کے مطابق لباس کا انتظام کیا جائے اس کانفرنس میں وسعت پیدا کرکے ہندوؤں

اور سکھوں کو بھی شامل کرنا اسی مقصد کے تابع ہے۔ زمانہ بدلتا ہے حالات بھی ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ بدلتی ہوئی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ جدید پروگرام تجویز کرنا پڑتا ہے جب ہم ایسے مطالبات کر رہے ہیں جو ریاست کے سب لوگوں کے لیے ہیں تو مطالبات کی حمایت کے لیے سب لوگوں کو ایک صف میں کھڑا کرتا ہوں۔ آپ لوگوں کو قائد اعظم شیر کشمیر کی خدمات اور کارناموں کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور دشمنوں کی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں دینی چاہیئے۔" اسلام کو خطرہ" کہنے والے گمراہی پھیلا رہے ہیں ہمیں یقین ہے کہ اقلیتوں کا اتحاد عمل ہونے سے نہ صرف ہم اپنے نصب العین کے قریب پہنچ جائیں گے بلکہ ہماری مشکلات بھی حل ہو جائیں گی۔"

اپنی تقریر ختم کرنے سے قبل چودھری صاحب نے ڈیلی گیٹوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ وہ اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں اور بلا خوف و ایمانداری سے کریں اس سلسلے میں کسی کی پرواہ نہ کریں۔

چودھری صاحب کی تقریر کے بعد مولانا مسعودی نے حاضرین سے خطاب فرمایا:

" غلامی کی جن زنجیروں نے اہل کشمیر کو زندہ درگور اور جہنمی بنا رکھا ہے انہیں کاٹا جائے اور کشمیر کو آزادی دلا کر اپنی قسمت بنانے کے قابل بنایا جائے تاکہ جنت ارضی حقیقی معنوں میں اپنے باشندوں اور سپوتوں کے لیے جنت بن سکے، یہ کتنا بلند جذبہ ہے۔ جو آج آپ کو کشاں کشاں اس اجتماع کی رونق بڑھانے لے آیا اور کتنا عالی شان مقصد ہے جس کی تکمیل میں آپ حصہ لینے والے ہیں۔ آپ اس وقت حقیقی معنوں میں کشمیر جدید کی بنیادیں استوار کرنے آئے ہیں، اس لیے یہ امر نہایت واضح ہے کہ آپ کے فرائض سے کامیابی اور سرخ روئی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کے لیے فولادی بازوؤں، شیر کے دل، کشور کشا یانہ دماغ اور انقلاب انگیز عزائم کی ضرورت ہے اور مجھے یقین ہے آپ آج کے فیصلوں کے وقت ان صفات سے متصف ہونے کا ثبوت پیش کریں گے۔

آج کا اجتماع اور محفل دیکھنے میں ایک محدود مقام پر گنتی کے چند ہزار انسانوں کا اجتماع ہے مگر اپنے اثر کے لحاظ سے اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ تمام ہندوستان کی نظریں اس وقت اس اجتماع پر لگی ہوئی ہیں اور چھتیس کروڑ انسانوں کے کان آپ کا فیصلہ سننے کے لیے بیتاب ہیں، ہندوستان بھر کے ہندو مسلمان اور سکھ گوش بر آواز ہیں کہ کشمیر کی بلند چوٹی سے ان کے لیے اتحاد و اتفاق یگانگت



اور ملاپ کا کونسا قابل تقلید نمونہ پیش ہونے والا ہے تاکہ وہ اس کی پیروی کر کے اپنے صدیوں کے اختلافات کو گہرے کنویں میں دفنا دیں خاص کر دیسی ریاستوں کے آٹھ کروڑ انسان چشم براہ ہیں کہ ریاست کے اولعزم اور دانشمند باشندے میدان جہد البقاء اور عرصۂ کارزار حیات و حریت میں اُن کی کیا رہنمائی کرتے ہیں۔ آپ کی ہستی اس وقت بہت عظیم الشان ہے اور زمانہ مستقبل کے نشیب و فراز اور اقوام ریاست ہائے ہند کی کامیابیاں اور ترقیاں آپ کے امروزہ فیصلوں کے ساتھ قریبی وابستگی رکھتی ہیں، جو فیصلہ آج آپ یہاں صادر کرنے والے ہیں اس کے لیے ہندوستان کی بڑی سے بڑی ریاست اور ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ صوبے کے لوگ آپ پر رشک کر سکتے ہیں۔ ترقی کی دوڑ میں جو راستہ آپ اختیار کرنیوالے ہیں اس منزل کا صراط مستقیم اس سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں، اس لیے آج کی اس مجلس میں عزم و استقلال، روشن دماغی اور بہادرانہ اقدام سے اس منزل کو آسان اور ممکن الحصول دکھایئے جسے کمزور ہمت والے مشکل اور ناممکن سمجھ کر اس کے تصور سے بھی گھبراتے ہیں اور مدت العمر کے لیے رہین پستی و مکین ذلت بنے رہنے اور غلامی کا جوارِ دھارگر بن رہنے پر قانع ہیں۔"

مولانا محمد سعید مسعودی کے بعد صاحب صدر خواجہ غلام محمد صادق نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا:

"کشمیر والے چار صد سالہ طویل غلامی کی وجہ سے آزادی کے نام اور مفہوم تک سے ناآشنا ہو گئے تھے، ان کی متعدد و متواتر کئی نسلیں غلامی میں پیدا ہونے اور غلامی میں ہی مر جانے کی وجہ سے انھوں نے غلامی کو اپنا قدرتی حق اور ایک مانوس و معیوب چیز تصور کر لیا تھا۔ جس طرح مدتوں پہننے رکھنے کی وجہ سے کوئی دیوانہ اپنے طوق زنجیر اور بیڑیوں کے ساتھ محبت کرنے لگتا ہے اور اسے اپنا زیور سمجھتا ہے اسی طرح کشمیر والے بھی اپنا طرۂ امتیاز اسی غلامی کو سمجھنے پر مجبور ہو چکے تھے۔ مگر زمانے کی رفتار اور وقت کے رُخ کا جو تقاضا ہوتا ہے اس کے راستے میں کوئی چیز بھی سدِ راہ نہیں بن سکتی۔

چنانچہ کشمیر میں انقلاب آیا اور اُس انقلاب کو لانے والے نہ آپ تھے اور نہ ہم بلکہ اس انقلاب کا موجب یہاں کی انتہا سے گزری ہوئی غلامی کی حالت بے چارگی اور

مظلومیت تھی۔

ریاست میں ذمہ دار نظام حکومت کسی ایک طبقہ یا کسی ایک جماعت یا کسی ایک مذہب کی حکومت نہیں ہوگی بلکہ ریاست کے چالیس لاکھ انسانوں میں سے ہر فرد واحد مساوی طور ذمہ دار نظام حکومت کا اپنے آپ کو مالک کہلائے گا۔

۱۹۳۱ء کی تحریک حریت، جس نے بیدار جماعتوں کو جنم دیا ان میں سے آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس سب سے بڑی سب زیادہ ذمہ دار اور ریاست بھر میں واحد فعال اور صحیح معنوں میں انقلابی جماعت تھی۔ مسلم کانفرنس نے اپنے اس فرض کو سرانجام دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اگر مسلم کانفرنس نے مشترک مطالبات پیش کرنے کے علاوہ جو کچھ اتحاد کی کوششیں کی ہیں وہ نہ بھی کی ہوتیں تو بھی کانفرنس کے مطالبات غیر فرقہ پرستانہ ہونا ہی کانفرنس کے خلوص نیت اور قوم پرست جماعت ہونے کے لیے سب سے بڑی دلیل تھی۔

کانفرنس کے مخلص اور قوم پرست قائدین کے دلوں میں چونکہ کشمیر کی عزت اور خود مختاری کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لیے انھوں نے محض مشترکہ مطالبات پیش کرنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ ایک طرف حکومت کے ساتھ ان مطالبات کے حصول کے لیے نبرد آزما رہے اور اشتراک واتحاد کی کوششوں میں سرگرم رہے۔

کانفرنس کے گزشتہ سالانہ اجلاس منعقدہ جموں میں ہندو مسلم سکھ اتحاد کا مسئلہ تقریروں اور ترغیبوں سے گزر کر عملی حدود میں داخل ہوا چونکہ صدر محترم کے خطبۂ صدارت کا اکثر حصہ مسئلہ حصول ذمہ دار نظام حکومت اور مسئلہ مرکزیت پر مشتمل تھا اس لیے خطبہ کی روشنی میں کانفرنس کے اجلاس کے لیے ضروری ہوا کہ وہ اس مسئلہ پر قرارداد پاس کرکے یہ امر بدیہی اور اظہر من الشمس ہے کہ ہندو مسلم سکھ اتحاد کوئی زبانی یا بُری چیز نہیں۔ ہندو مسلم سکھ اتحاد کو جب تک محسوس اور بااثر شکل حاصل نہ ہو جائے تب تک ایسے اتحاد کے کوئی معنی بھی نہیں۔ اس لیے ہندو مسلم اتحاد کے ظہور وعمل کے لیے ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری ہے جس کے اندر ہندو مسلم اور سکھ یعنی تمام فرقے مساوی اور برادرانہ حیثیت سے داخل ہو جائیں . . . جموں کے اجلاس میں یہ تحریک پیش



ہوئی کہ آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے نام اور آئین میں ایسی تبدیلی کی جائے جس کی بنا پر جموں وکشمیر کا ہر بالغ فرد جو کانفرنس کے مقاصد پر یقین رکھتا ہو کانفرنس کا ممبر بن سکے۔ جیسا کہ آپ حضرات کو یاد ہوگا، اس تجویز پر مخالف وموافق نظریئے پیش ہوئے اور تجویز کو اس لیے ملتوی کیا گیا کہ دوران سال عوام کی رائے اس تجویز کی نسبت واضح ہو جائے اور دوسری طرف ہندو اور مسلمان اور سکھوں کو اس تجویز پر عمل کرنے کی نسبت اگر کچھ شبہات ہوں تو ان کا ازالہ کر دیا جائے، مگر ابھی زیادہ وقت گزرنے نہ پایا تھا کہ ملک کے حالات تبدیل ہونے لگے، ریاستوں کے فیڈریشن میں شامل ہونے کا مسئلہ اہمیت پکڑتا گیا۔ وائسرائے ہند نے مختلف والیانِ ریاست کو اپنا ہم خیال بنانے کی مہم تیز کر دی اور ہماری ریاست نے خاموشی سے شمولیت کا فیصلہ کر دیا۔ ریاست کے آئندہ نظام حکومت کو ملک کی ضرورت اور کانفرنس کے مطالبات کے مطابق بنانے کی کوششوں کا تقاضا ہوا کہ کانفرنس کو متحدہ ومشترکہ پلیٹ فارم بنانے کے معاملے کو طویل مدت کے لیے التوا میں نہ ڈالا جائے۔"

ان تقاریر کے بعد "مسلم کانفرنس" کا نام "نیشنل کانفرنس" میں تبدیل کرنے کی تجویز ہوئی تو اس موقع پر کئی ممبران کھڑے ہو کر نام کی تبدیلی پر اپنے خیالات اور نظریات پیش کرنے کی اجازت مانگنے لگے۔ لیکن شیخ عبداللہ نے انہیں یہ کہہ کر ٹوکا کہ یہ موقع ومحل تقریر کرنے کا نہیں بلکہ کام کرنے کا ہے۔ اس پر مولوی عبداللہ وکیل نے فرمایا۔

"یہاں چند اشخاص نے پارٹی کا نام بدل کر اس میں غیر مسلموں کی شمولیت کے جواز میں جو مثبت پہلو واضح کیے ہیں ہم اپنی دلیل سے جواب دینا چاہتے ہیں کہ اس بارے میں آپ کا نظریہ اتنا واضح نہیں جتنا کہ وہ سمجھتے ہیں۔"

شیخ صاحب نے مداخلت کرتے ہوئے کہا:۔

"یہاں سوال وجواب کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہمیں ایک فیصلہ لینا تھا سو لے لیا۔ آپ بیٹھ جائیے۔"

"ہمیں آپ کا یہ فیصلہ منظور نہیں۔" مولوی صاحب نے کہا۔

شیخ صاحب نے جواب دیا: "فیصلہ منظور نہیں تو چلے جائیے۔"

حصہ اول (22)

مولوی صاحب غصّہ ہو کر چلنے لگے تو شیخ صاحب نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"آپ سے میں اس کا بدلہ لوں گا۔"

مولوی عبداللہ وکیل کے ساتھ غلام احمد گنائی، شیخ احمد دین، میر واعظ غلام نبی ہمدانی اور سات دوسرے احباب احتجاجاً اُٹھ کر چلے گئے تو شیخ صاحب نے مولوی ہمدانی سے مخاطب ہو کر کہا،

"چیونٹی کے بھی پَر نکل آئے ہیں۔"

مسلم کانفرنس کے بعض رہنماؤں کے پنڈال پر سے اُٹھ کر چلے جانے سے کچھ دیر کے لیے ماحول میں تلخی کا سماں پیدا ہوا، حاضرین میں کئی ایسے احباب ضرور تھے جو اس تذبذب میں دکھائی دے رہے تھے کہ وہ بھی بطور احتجاج یہاں سے اُٹھ کر جانا چاہتے تھے لیکن ہمت نہیں بندھتی تھی۔ کچھ دیر بعد جب شور و شر بیٹھ گیا۔ تو سب کمیٹی کی رپورٹ پیش کرنے کو کہا گیا۔ جو اپریل ۱۹۳۹ء میں خواجہ غلام محمد صادق کی صدارت میں مسلم کانفرنس کے آئین اساسی میں ترمیم کرنے کے لیے بنائی گئی تھی، سب کمیٹی نے جو رپورٹ پیش کی وہ حسب ذیل ہے:-

"آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۲۷ اپریل ۱۹۳۹ء میں پاس شدہ قرارداد ۵ کی رو سے ہم دستخط کنندگان ذیل کو معمور کیا گیا تھا کہ ہم مجوزہ نیشنل کانفرنس کے لیے آئین اساسی مرتب کر کے اسپیشل اجلاس سے قبل مجلس شوریٰ کے سامنے پیش کریں، مذکورہ بالا تجویز کی تعمیل میں ہم نے منسلکہ ہذا آئین اساسی مرتب کیا ہے۔ اس آئین کو مرتب کرتے وقت ہندوستان کی مختلف ترقی یافتہ سیاسی مجالس کے آئین ہائے اساسی سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اور ریاست جموں و کشمیر کی مرکزی سیاسی جمہوری جماعت کی وہ ضرورتیں پیش نظر رکھی گئی ہیں۔ جو اس کے ماحول اور مستقبل کے لائحہ عمل کی متقاضی ہیں جیسا کہ ہمیں تجویز میں دوسرے حضرات کے مشوروں سے مستفید ہونے کی اجازت دی گئی تھی، ہم نے مرتب کردہ مسودہ پر نظر ثانی کے وقت پنڈت جیالال جی کلم اور محترم احمد یار خاں اور پنڈت جانکی ناتھ جی سپرو کے قیمتی مشوروں سے بھی مسودے کی ترتیب اور پیراستگی میں فائدہ حاصل کیا جس کے لیے ہم ہر سہ حضرات کے ممنون ہیں۔

ہم مسلم کانفرنس کے صدر اور مجلس شوریٰ کے سامنے بغیر کسی تمہید کے نیشنل کانفرنس کے مجوزہ آئین کا وہ مسودہ مناسب اضافہ، ترمیمات اور منظوری



کے لیے پیش کرتے ہیں۔"

دستخط:

خواجہ غلام محمد صادق (چیرمین آئین اساسی)

غلام محمد بخشی صاحب (ممبر آئین اساسی)

مولوی محمد سعید صاحب (ممبر آئین اساسی) سب کمیٹی

مسودہ آئین پیش کرنے کے بعد جنرل کونسل کا اجلاس ہوا جس میں سب کمیٹی کے مرتب کردہ



دستور اساسی پر دفعہ وار غور کرنے کے بعد چند ترمیمات کے ساتھ مسودہ مذکور کی تصدیق کر کے اجلاس خاص کے پاس آخری منظوری کی سفارش کی گئی۔

اگلے روز ۱۱ جون کو نیشنل کانفرنس کی مجلس شوریٰ کا سفارش کردہ مسودہ آئین آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس ۱۱ تا ۱۸ پیش ہوا، مسودہ کی ایک ایک دفعہ اور ایک ایک ضمن پر صبح سے شام پانچ بجے تک بحث جاری رہی متعدد ترمیمات کے ساتھ اور دفعہ ۱۹ کے اضافہ کے ساتھ مسودہ مذکورہ منظور کیا گیا اور کھلے اجلاس میں قرارداد پاس کی گئی۔

"آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا یہ اجلاس خصوصی آئین اساسی کی سفارش کر کے اجلاس جنرل کونسل مورخہ ۱۰ جون پر دفعہ وار غور کرنیکے بعد ان خفیف ترمیمات کے ساتھ جو اجلاس میں منظور ہوئی ہیں اس آئین کو جو ۱۹ دفعات پر مشتمل ہے، منظور کرتا ہے اور اس کی منظوری کے ساتھ ہی صدر کو اختیار ہوگا کہ وہ آئندہ سالانہ اجلاس تک جنرل کونسل اور مجلس عاملہ کو قومی مجالس بنانے کے لیے ہر ایک مجلس میں حسب ضرورت مزید ارکان نامزد فرما دیں، اور اس غرض کے لیے مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے ارکان کی تعداد میں حسب ضرورت کمی و بیشی کریں۔"

اس ساری کاروائی کے بعد مسلم کانفرنس کے پرچم کو اُتار کر اسکی جگہ شری پرمیناتھ در کا بنایا ہوا سُرخ زمین پر ہل کے نشان کا جھنڈا لہرایا گیا۔

بیشتر اراکین جو دور سے مسلم کانفرنس کے تجہیز و تکفین کا تماشہ دیکھ رہے تھے اس تنظیم کی موت پر رو رہے تھے اور ... آہیں بھر رہے تھے۔

نئی تنظیم میں جو غیر مسلم ممبران لیے گئے ان میں پنڈت جیالال کلم، پریم ناتھ بزاز، کیشب بندھو گردھاری لال ڈوگرہ، سردار مہندر سنگھ، سردار بدھ سنگھ قابلِ ذکر ہیں۔

بعد میں جو مزید ارکان لیے گئے۔ ان میں ڈی، پی، در، جانکی ناتھ زتشی، شیام لال صراف، سری کنٹھ رینہ، شیام لال واٹھ اور پریم ناتھ در شامل ہیں۔

جس وقت سرینگر میں مسلم کانفرنس کے کفن دفن کا یہ کام ہو رہا تھا ٹھیک اسی وقت ضلع اسلام آباد کے مسلم کانفرنس کے حمایتی جنہوں نے سرینگر کے اجلاس میں شامل ہونے سے بائیکاٹ کیا تھا مسلم کانفرنس کو زندہ رکھنے اور اس میں نئی روح ڈالنے کے انتظام پر غور و خوض کیا۔

ادھر سرینگر میں بھی قریشی محمد یوسف کی قیادت میں ایک جماعت مسلم کانفرنس کو زندہ رکھنے کے لیے سرگرم ہو گئی، نیشنل کانفرنس میں بعض اشخاص ان کی پیٹھ ٹھونک رہے تھے تاکہ وہ رند کے رند رہیں اور جنت بھی نہ جانے دیں۔ ان میں بخشی غلام محمد، مرزا افضل بیگ اور شیخ غلام محی الدین قابلِ ذکر ہیں۔

قریشی محمد یوسف کی قیادت میں مسلم کانفرنس کی یہ شاخ مجاہد منزل پر اپنا حق جتانے لگی کیونکہ مجاہد منزل مسلم کانفرنس کے نام پر اور اسی کے چندے سے بنائی گئی عمارت تھی۔ اس لیے اس پر نیشنل کانفرنس کے بجائے مسلم کانفرنس کا حق تسلیم کرانے کے لیے اس کے ایک حصے پر مسلم کانفرنس کا جھنڈا لہرا کر سائن بورڈ چڑھا دیا گیا۔ دو کمرے دفتر کے لیے حاصل کر لیے گئے چونکہ یہ ساری کارروائی شیخ عبداللہ کی غیر موجودگی میں کی گئی تھی، لہٰذا جب انہیں اس کی علمیت ہوئی تو انہوں نے بخشی غلام محمد کی میت میں مائیسمہ رجمنٹ وہاں بھیج دی جنہوں نے مسلم کانفرنس کا جھنڈا اس کا سائن بورڈ کے ساتھ دوسرا ریکارڈ اور سامان نیچے اتار کر توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔

اس طرح ریاست میں مسلم کانفرنس کا نام و نشان مٹانے کا آغاز ہوا۔

ستم ظریفی کی بات تو یہ ہے کہ جن اشخاص نے مسلم کانفرنس سے خار کھا کر اسے مٹانے کا تہیہ کیا تھا۔ وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوئے، اور جن کے ہاتھوں انھوں نے یہ کام انجام دیا وہ نیشنل کانفرنس کے بارے میں ہرگز پر خلوص نہیں تھے۔ انہیں غیر مسلموں کا کوئی درد نہیں تھی۔

بقول قائدِ اعظم محمد علی جناح، شیخ عبداللہ نے مجھے دہلی میں ایک ملاقات کے دوران بتایا:۔



"نیشنل کانفرنس کا نیشنلزم محض ہندوؤں کو دھوکہ دینے کے لیئے ہے ورنہ وہ اور اس کی پارٹی قومیت پرستی کی حامی نہیں ہے۔"

اتفاق کی بات یہ ہے کہ جن کو شیخ محمد عبداللہ دھوکہ دے رہے تھے وہ پہلے ہی ان کے ساتھ یہ دھوکہ بازی کا کھیل کھیل رہے تھے، اور انہوں نے وقتاً فوقتاً خود اس کا اعتراف کیا ہے۔ پنڈت پریم ناتھ بزاز اپنے اخبار "ہمدرد" کے ۱۰ جون ۱۹۴۷ء کے اداریئے میں لکھتے ہیں؛

"نیشنل کانفرنس کو غیر مسلموں میں کوئی اقتدار حاصل نہیں، یہ درست ہے کہ چند ہندو اس انجمن کے ساتھ ہیں لیکن وہ اس لیے نہیں کہ اس پارٹی سے انہیں محبت ہے بلکہ اس لیئے کہ نیشنل کانفرنس کانگریس کی آلہ کار رہے اور اس کو مسلمانانِ ہند اور پاکستان کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ ہندو لوگ پرائیویٹ مجلسوں اور بات چیت میں ایسا ہی کہا کرتے ہیں اس لیے ایسا سمجھنا سراسر غلطی ہے کہ ان گنتی کے ہندوؤں کی شمولیت سے نیشنل کانفرنس اقلیتوں کی نمائندہ سمجھی جا سکتی ہے۔ اگر کانگریس کی آلہ کار ہونے کے لیے اور پاکستان کو برباد کرنے کے لیے تمام ریاستی ہندو اور سکھ بھی نیشنل کانفرنس میں شامل ہوں تو بھی یہ سمجھنا نادانی ہے کہ نیشنل کانفرنس اقلیتوں کی نمائندہ جماعت ہے پھر سوڈیڑھ سو ہندوؤں کی شمولیت کی بناء پر ایسا دعویٰ کرنا کتنا احمقانہ ہے ہندو اور سکھ زبانی نیشنل کانفرنس کی تعریفیں کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں یقین ہے کہ اسیاست ہند کے سائے میں اس انجمن نے ایسا رویہ اختیار کیا جس سے مسلمانوں کے کاز کو نقصان پہنچ رہا ہے اور ہندوؤں کو فائدہ ہو رہا ہے۔"

اسی طرح ۱۴ مئی ۱۹۴۷ء کو جیالال کلم کے گھر میں کشمیری پنڈت رہنماؤں جن میں پریم ناتھ بزاز، کیشب بندھو، ڈاکٹر پشن، رام ناتھ شاستری، اُمکار ناتھ در اور مدن لال شامل تھے، شیخ محمد عبداللہ کے ہاتھوں مسلم کانفرنس کو ختم کرنے اور اس کا پرچم توڑنے کا عہد کرنے کے دوران پنڈت جیالال کلم نے واضح الفاظ میں کہا۔

"ہمیں شیخ عبداللہ کا پورا ساتھ دینا چاہیے جب تک کہ مسلم کانفرنس ختم نہیں ہوتی اور نئی جماعت کانگریس کی آلہ کار بنکر صرف مسلمانوں کی بن کر نہ رہے، جب تک یہ تنظیم کانگریس کے مفادات کی رکھوالی کرتی ہے، ہم اس کا ساتھ دیں گے اس تنظیم کی حمایت کرنے سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھر سکتا ہے، اور اس کے لیے ہمیں شیخ عبداللہ کا بھرپور ساتھ دینا چاہیے اور یہ جاننا

چاہیے۔ ہمیں اور کوئی دل چسپی نہیں۔

آپ لوگ جانتے ہیں کہ شیخ عبداللہ نے ہندوؤں کو چیلنج دیا ہے، اور ہم وچن (عہد) لیتے ہیں جب تک ان کے ہاتھوں مسلم کانفرنس جیسی تنظیم کو ختم نہ کریں اور اس کا جھنڈا بدل نہ دیں ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔" (اخبار "پاسبان")

پنڈت شیام لال صراف نے اس تنظیم کے بارے میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا ہے۔

"کوئٹ کشمیر کی تحریک کے آغاز میں شیخ عبداللہ نے لاہور سے نیشنل کانفرنس کے صدر دفتر مجاہد منزل کو ایک خط بھیجا جس میں نیشنل کانفرنس کے عہدیداروں سے کہا گیا کہ "ہندوستان چھوڑدو" کی طرز پر ہمیں "کشمیر چھوڑدو" کی تحریک شروع کرنی چاہیے، جب یہ خط مجاہد منزل پہنچا تو غلام محمد صادق کے ہاتھ خط پڑھ کر کانپنے لگے۔ میں نے یہ خط پڑھا تو میرے ہوش ہی اُڑ گئے لیکن جلد ہی سنبھل کر میرے ذہن میں خیال آیا کہ کشمیر کی سالمیت کے لیے یہ موزوں موڑ ہے۔ ہماری یہ ریاست مسلم اکثریت والی ریاست ہے اس لیے یہاں کے باشندوں کا جھکاؤ جلد یا بدیر مسلم لیگ کے نظریہ پاکستان کی جانب ہوگا اگر ان حالات میں ہم کشمیری پنڈت تحریک کا ساتھ دیں گے تو ریاستی مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کریں گے اور اس کی آڑ میں تحریک کو مسلم لیگ اور پاکستان سے دور رکھ سکتے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی میں نے شیخ عبداللہ کے خیال کی تائید وحمایت کی۔" (تحریک حریت کشمیر جلد سوئم)

پنڈت روگناتھ ویشنوی ایڈووکیٹ کا بیان اس سلسلے میں مزید روشنی ڈالتا ہے ان کا کہنا ہے:۔

"روی ٹمومنٹ" میں ایک ماہ کی جیل کاٹ کر رہا ہونے کے بعد ہمیں معلوم ہوا یہ ایک بناوٹی ایجی ٹیشن مسلمانوں کے مقابلے پر جوڑ توڑ کی حکمت عملی کا کرشمہ تھی اس کے پس منظر میں جیالال کلم، کیشپ بندھو اور دوسرے پنڈت لیڈروں کا ہاتھ تھا۔ جیل سے رہائی کے بعد حقیقت کا پردہ چاک ہوا اور مجھے یہ جان کر عبرت ہوئی کہ یہ سارا ڈراما در اصل مسلمانوں کی تحریک کو مسلنے کے لیے کھیلا گیا تھا۔ اور پس منظر میں پنڈت فرقے کے سرسر اقتدار چند افراد کا ہاتھ تھا۔" (تحریک حریت کشمیر جلد ۱)

کچھ بھی ہو غیر مسلم رہنماؤں کو دیر بدیر اس بات کی توفیق ہوئی کہ انھوں نے مسلم کانفرنس کو مٹا کر نیشنل کانفرنس بنانے کے اپنے عزائم ظاہر کر دیئے لیکن ہمارے رہنما کو کبھی بھی اتنا سچ بولنے کی جرأت نہ ہوئی کہ مسلم کانفرنس کو مٹا کر نیشنل کانفرنس بنانے کے پیچھے ان کے کیا مقاصد تھے۔؟



شیخ عبداللہ کا یہ دعویٰ کہ وہ سکولر اور سوشلسٹ نظریے کے قائل تھے اور اسی لیے انھوں نے مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں مبدل کیا۔ صریحاً غلط ہے۔ بہتان ہے اگر ایسا ہوتا تو وہ قائدِ اعظم محمد علی جناح کے سامنے ہرگز یہ نہ کہتے کہ یہ سب ہندوؤں کو دھوکہ دینے کے لیے کیا جا رہا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ ہندوؤں کو دھوکہ دینے سے پہلے انھوں نے نہ صرف دھوکہ کھایا بلکہ اپنے ساتھ ساری قوم کو دھوکہ دیا۔ اس دھوکے کی سیاست کا جو حشر ہونا تھا وہی ہوا۔

"کشمیر کی سیاسی تحریک" کی آبیاری جس دھوکہ اور فریب سے کی گئی یہ اسی کا ثمر ہے کہ یہاں قدم قدم پر دھوکہ ہے۔ کشمیری عوام دھوکے میں پلے اور بڑے ہیں۔

کشمیر کے رہنماؤں نے یہاں کے شہیدوں سے دھوکہ کیا، کشمیر کے عوام اپنے رہنماؤں سے دھوکہ کر رہے ہیں۔ اور بدلے میں وہ بھی ہمیں یہی دھوکہ دے رہے ہیں۔ کشمیر میں دھوکہ اتنا عام ہے کہ ہم اپنے ملک کے ساتھ دھوکہ کر رہے ہیں۔ اور اُن سے بھی یہی دھوکہ کھا رہے ہیں۔

ہماری رگ رگ میں دھوکہ بس گیا ہے اور جس نے ہمیں سب سے زیادہ دھوکہ دیا ہم اُسی کے ہو گئے۔

پچھلے پچاس برسوں سے ہمارے اندر اتنا دھوکہ بھر چکا ہے کہ ہمارا سراپا دھوکہ بن چکا ہے یہی کارن ہے کہ ہمیں جو دھوکہ دیتا ہے ہم اُسی کی سربراہی قبول کر لیتے ہیں۔

دھوکے کی سیاست میں ہم پل رہے ہیں بڑھ رہے ہیں اور بوڑھے ہو رہے ہیں۔ ہماری نسل اسی دھوکے میں جنم لے رہی ہے۔

ہمارے وجود میں دھوکہ ایسا رچ بس گیا ہے کہ ہمارے تمام جذبے مفلوج ہو گئے ہیں۔

ہماری سوچ ہماری اپروچ اور ہمارے خیالات سب پراگندہ ہو گئے ہیں۔

ہمیں نصف صدی سے جو دھوکہ ملا ہے، اس نے ہمارے شعور، ہمارے ضمیر اور ہماری غیرت کو سُلا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بزدل ہو گئے ہیں۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم صرف دھوکہ دینا اور دھوکہ کھانا جانتے ہیں ــــ اور بس!

اک کہانی وقت لکھے گا نئے مضمون کی
جن کی سُرخی کو ضرورت ہے ہمارے خون کی

(پہلا حصّہ ختم ہوا)

"کشمیر کا سیاسی انقلاب" جلد دوم کا ضرور مطالعہ کریں۔

# اُردو کتابیں، رسائل اور اخبارات جن سے استفادہ کیا گیا

| نمبر شمار | نام کتب | مصنف |
|---|---|---|
| ۱ | تاریخ احمدیہ مکمل | ادارہ اشاعتِ انجمن احمدیہ |
| ۲ | تاریخ احرار | افضل حق |
| ۳ | تاریخ کشمیر | محمد دین فوق |
| ۴ | تاریخ اقوام کشمیر | محمد دین فوق |
| ۵ | کشمیر | چراغ حسن حسرت |
| ۶ | آزادیٔ برصغیر | جانباز مرزا |
| ۷ | کشمیر کا گاندھی | پریم ناتھ بزاز |
| ۸ | مسلمانانِ کشمیر اور ڈوگرہ راج | ملک فضل حسین |
| ۹ | کشمیر ہمارا ہے | غلام احمد کشفی |
| ۱۰ | مسئلۂ کشمیر | غلام احمد کشفی |
| ۱۱ | گلدستۂ کشمیر | پنڈت ہرگوپال خستہ |
| ۱۲ | فغانِ کشمیر | رحمت اللہ خان |
| ۱۳ | احرار اور تاریخ کشمیر | تاج الدین انصاری |
| ۱۴ | کشمیر کی کہانی | ظہور احمد |
| ۱۵ | شیرِ کشمیر | کلیم اختر |
| ۱۶ | تاریخ کشمیر | محمد آزاد |
| ۱۷ | تاریخ آئینہ دکھاتی ہے | کریم نواز |
| ۱۸ | انقلابِ کشمیر | فضل الدین بھٹی |
| ۱۹ | تاریخ آزادیٔ کشمیر | میر عالم خان |
| ۲۰ | مجاہدینِ کشمیر | محمد یوسف |



| | | |
|---|---|---|
| ۲۱ | کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد | مرزا شفیق حسین |
| ۲۲ | مسئلۂ کشمیر | ممتاز احمد |
| ۲۳ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرم |
| ۲۴ | تاریخ تحریک آزادی | پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی |
| ۲۵ | اقبال کا سیاسی کارنامہ | محمد احمد خاں |
| ۲۶ | عہد لارڈ ماؤنٹ بیٹن | (ترجمہ) یونس احمد |
| ۲۷ | کشمیر اور جوناگڑھ کی کہانی | (〃) رئیس احمد جعفری |
| ۲۸ | قائد اعظم کے آخری ایام | کرنل الٰہی بخش |
| ۲۹ | شیخ محمد عبداللہ کشمیر اور ہم | عتیق صدیقی |
| ۳۰ | کشمیر چھوڑ دو | چوہدری عبدالواحد |
| ۳۱ | لیک سکیس سے تاشقند تک | پی این کول بامزئی |
| ۳۲ | سرینگر ۱۹۷۵ء میں | شمس کشمیری |
| ۳۳ | مارشل لاء سے مارشل لاء تک | سید نور احمد |
| ۳۴ | کشمیر ساگا | سردار محمد ابراہیم خان |
| ۳۵ | تحدیثِ نعمت | سر ظفر اللہ خان |
| ۳۶ | کشمیر کی نزاع | بلراج پوری |
| ۳۷ | یادِ ایام | میاں امیر الدین |
| ۳۸ | کشمکش | چودھری غلام عباس خان |
| ۳۹ | یادِ رفتہ | کرشن دیو سیٹھی |
| ۴۰ | آتشِ چنار | شیخ محمد عبداللہ |
| ۴۱ | داستانِ حیات | سید میر قاسم |
| ۴۲ | تحریک حریت کشمیر جلد ۱-۲-۳ | رشید تاثیر |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۳ | کچھ شکستہ دا ستانیں کچھ پریشاں تذکرے | اشرف عطا |
| ۴۴ | کشمیر جل رہا ہے | کرشنا مہتہ |
| ۴۵ | آزادی کی تلاش | محمد فاروق رحمانی |
| ۴۶ | شیخ عبداللہ کے نقوش | محمد فاروق رحمانی |
| ۴۷ | تاریخ تحریکِ اسلامی جموں وکشمیر | عاشق کشمیری |
| ۴۸ | یادوں کے آنسو | غلام محمد طاؤس |
| ۴۹ | مینز رپورٹ | جسٹس منیر احمد |
| ۵۰ | سرگزشت | عبدالمجید سالک |
| ۵۱ | شیخ عبداللہ کا بدلتا چہرہ | عبدالعزیز |
| ۵۲ | کشمیر کمیٹی کی کہانی | ڈاکٹر مائل |
| ۵۳ | فرقہ پرستی کا گڑھ | دیس راج گوئل |
| ۵۴ | کشمیر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۷ء تک | خواجہ ثناء اللہ بٹ |
| ۵۵ | کشمیر ۱۹۳۱ء سے ۱۹۷۷ء | صوفی محی الدین |
| ۵۶ | تاریخ جنگ آزادی | منشی نصیرالدین |
| ۵۷ | پونچھ تاریخ وصحافت کے آئینے میں | خوش دیو مینی |
| ۵۸ | معارکِ کشمیر | بنسی نردوش |
| ۵۹ | کشمیر چھوڑ دو | غلام محمد صادق |
| ۶۰ | عہد و پیماں حضرت بل | غلام احمد مہجور |
| ۶۱ | شبستاں (ڈائجسٹ) | ادارہ شمع دہلی |
| ۶۲ | جموں وکشمیر تاریخی دستاویزات | خواجہ عبدالصمد وانی |
| ۶۳ | رسالہ "شیرازہ" (شیر کشمیر نمبر) | کلچرل اکیڈیمی ۔ سرینگر |
| ۶۴ | غور و فکر | صادق |



| | | |
|---|---|---|
| ۶۵ | پیغام اور پروگرام | شیخ محمد عبداللہ |
| ۶۶ | کشمیر ۔ مسلم نقطۂ نظر سے | مولانا مسعودی |
| ۶۷ | کل ہند مسلم کنونشن | چودھری محمد شفیع |
| ۶۸ | جولائی ۱۹۳۱ء شہادت تحریر | کمیشن رپورٹ |
| ۶۹ | شیخ محمد عبداللہ کی وزارت کے زوال کے اسباب ۔ ایک رپورٹ | |
| ۷۰ | مجلس آئین ساز میں تقاریر | شیخ محمد عبداللہ |
| ۷۱ | گجندر کمیشن رپورٹ | ٹھاکر انت سنگھ |
| ۷۲ | کاروائی لوک سبھا ۱۹۴۸ء ۔ ۱۹۵۳ء | رپورٹ |
| ۷۳ | جس کشمیر کو خون سے سینچا | کشمیر اسٹوڈنٹس اینڈ یوتھ لیگ |
| ۷۴ | خطبۂ صدارت مسلم کانفرنس | ایک رپورٹ |
| ۷۵ | خطبۂ صدارت نیشنل کانفرنس | ایک رپورٹ |
| ۷۶ | سیاسی ڈائری | نور محمد بک سیلرز |
| ۷۷ | کشمیر کی سیاسی تحریک | (قلمی) بخشی غلام محمد |
| ۷۸ | پولیٹیکل ڈائری | (قلمی) مرزا محمد افضل بیگ |
| ۷۹ | تحریکِ حرّیت | (قلمی) پیر افضل مخدومی |
| ۸۰ | کشمیر کے سیاسی واقعات | (قلمی) شیخ عبدالحمید |
| ۸۱ | نئی سحر | پردیش کانگریس کمیٹی |
| ۸۲ | شیخ عبداللہ کی زندگی ایک کھلی کتاب | عابد حسین خان |
| ۸۳ | اندرا عبداللہ ایکارڈ | پردیش کانگریس کمیٹی |
| ۸۴ | جب الحاق ہوا تھا | محمد شفیع قریشی |
| ۸۵ | مسلمانوں کو آخری وارننگ | مسلم یونیتھ فیڈریشن |
| ۸۶ | جہاد اور فساد میں فرق | 〃 〃 〃 |

| | | |
|---|---|---|
| ۸۷ | کشمیر میں انتخابات کا ڈھونگ | محاذ رائے شماری |
| ۸۸ | کشمیر اور ہمارا موقف | مولوی محمد فاروق |
| ۸۹ | کاروائی مقدمہ بغاوت ۱۹۵۸ء | ایک رپورٹ |
| ۹۰ | شیخ محمد عبداللہ کی تقاریر | نیشنل کانفرنس مجاہد منزل سرینگر |
| ۹۱ | سیاسی کنونشن جولائی ۱۹۶۸ء | محاذ رائے شماری مجاہد منزل |
| ۹۲ | خطبۂ استقبالیہ خان عبدالغفار خاں - آل جموں وکشمیر نیشنل کانفرنس | |
| ۹۳ | اندرا عبداللہ ایکارڈ اور شیخ عبداللہ کا رول - پردیش کانگریس کمیٹی | |
| ۹۴ | آرکائیوز ڈیپارٹمنٹ کی ریکارڈ فائلیں ۱۹۲۴ء تا ۱۹۴۷ء | |

(۱) فائل اخبار "الفضل" ۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۵ء (۲) فائل اخبار "چٹان" لاہور - مرتب شورش کاشمیری
(۳) " " صداقت ۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۸ء (۴) " ہفتہ وار "ہمدرد" سرینگر " پریم ناتھ بزاز
(۵) " " نامکمل ہفتہ وار "پاسبان" جموں سرینگر (۶) فائل نامکمل ہفتہ وار "صداقت" سرینگر
(۷) روزنامہ "انقلاب" لاہور ۱۹۳۱-۳۲ء (۸) " روزنامہ "آفتاب" سرینگر
(۹) رسالہ "مخزن" لاہور ۱۰ " روزنامہ "ہمدرد" سرینگر کشمیر
(۱۱) اخبار "زمیندار" لاہور ۱۲ " نامکمل ہفتہ وار "خالد" سرینگر "
(۱۳) اخبار "ملاپ" ۱۹۳۱ء دہلی ۱۴ " " " "چاند" جموں "
(۱۵) اخبار "پرتاپ" ۱۹۳۲ء دہلی ۱۶ " " "انصاف" راولپنڈی
(۱۷) اخبار ویکلی "محاذ" سرینگر ۱۸ " ہفتہ وار "ملّت" سرینگر
(۱۹) اخبار "حُریت" سرینگر ۲۰ " ہفتہ وار "محافظ" سرینگر
(۲۱) اخبار "کشمیر" راولپنڈی ۲۲ " روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۹۶۲ء
(۲۳) ویکلی "روشنی" سرینگر ۲۴ " "جنگ" روزنامہ کراچی ۶۷-۱۹۶۶ء
(۲۵) ویکلی "آئینہ" سرینگر ۲۶ " روزنامہ "مشرق" ۱۹۶۷ء
(۲۷) روزنامہ "خدمت" سرینگر
(۲۸) روزنامہ "سرینگر ٹائمز" سرینگر




## BIBLIOGRAPHY


| S.No. | Name of the books. | Authors. |
|---|---|---|
| 1. | Norned moon | Lan Stephens. |
| 2. | Kashmir | M.P.Ferguson. |
| 3. | Capitive Kashmir | Aziz Baig. |
| 4. | Emergency of Kashmir | Chowdari Mohd Ali. |
| 5. | Things seen in Kashmir | Earnest F.Neve. |
| 6. | Crises in Kashmir | Alastar Lamb. |
| 7. | Memorandum of Kashmir | Chalis Girdleslone. |
| 8. | Pakistan meets Indian Chellenge. | Brigadiar Gulzar. |
| 9. | Jammu & Kashmir Terribories | Drew. |
| 10. | struggle for freedom in Kashmir. | Prem Nath Bazaz. |
| 11. | India Kashmir | Prem Nath Bazaz. |
| 12. | Kashmir in crvcible. | Prem Nath Bazaz. |
| 13. | Azad Kashmir | Prem Nath Bazaz. |
| 14. | Selender War the thread | General Sen. |
| 15. | Peeps at many lands Kashmir | Men.Mrs.C.S.Brvce. |
| 16. | Danger in Kashmir | Gosef Korbel. |
| 17. | Pakistan and the U.N. | K.Sarwar Hussain. |
| 18. | Two Nations and Kashmir | Lord Bird Wood. |
| 19. | This is Kashmir | Peercy Gervis. |
| 20. | A History of Kashmir. | P.M.K.Bamzai. |
| 21. | Kashmir in Sunlight and Shade. | Tyndle Bisco. |
| 22. | Travels in Kahmir | Digne. |
| 23. | My Years with Nehru "Kashmir" | B.N.Malik. |
| 24. | The partian of India | C.M.Philips Mary Dorsel |
| 25. | Muslim Seperatism in India | Abdul Hamid. |
| 26. | The land of our dreams | Begam Birjees Ganie. |
| 27. | Mission with Mount Betten | Cambell Jhonson. |
| 28. | From Memory | Feroz Khan Noon. |
| 29. | India's war on Kashmir | Imrany. |
| 30. | The Road to Kashmir. | James. Milne. |


...

| | | |
|---|---|---|
| 31. | The Foundation of Kashmir State. | K M.Panikhar. |
| 32. | An introduction to Kashmir | Manek B.Pithawalla. |
| 33. | Raiders in Kashmir. | Major Gen.Akbar Khan. |
| 34. | Kashmir. | Mannan. |
| 35. | Kashmir and the U.N. | Ramath Ullah Khan. |
| 36. | The Valley of Kashmir. | Sir Walter Lawrence. |
| 37. | The testment of Sheikh-Abdullah. | Petit and petit. |
| 38. | Kashmir a Awakes | Sharma. |
| 39. | Sheikh Abdullah. | Vashishat. |
| 40. | Profilles of Sheikh Abdullah | Faiz Ahmed Aba. |
| 41. | Mahatam Gandhi's last phase part 1 and 2. | Piraylal. |
| 42. | Kashmir Papers. | S.N.Gurto. |
| 43. | Transfer of power Part 9,10,11,and 12. | Lord Mount Battan |
| 44. | Kashmir | Publication Division Government of India. |
| 45. | India and Kashmir Constitutional Aspects. | Ministry of Information & Broadcasting. |
| 46. | Kashmir Before accession. | A report Kashmir issue. |
| 47. | Conspircy in Kashmir. | G.M.Mir.Monohernath. |
| 48. | Accession of Kashmir to India. | M.C.Mahajan. |
| 49. | Half way to freedom. | Bargrate Brouk while. |
| 50. | Sheikh Mohd Abdullah Political Phonix. | P.N.Koul |
| 51. | The story of Pakistan Army. | Major Gen.Faiz Muqeem |
| 52. | Sardar Petal's Correspondance (1945-1950) | Durga Dass. |
| 53. | Freedom at midnight | Larry Collins and Dominique Lapieree. |
| 54. | Freedom movement in Kashmir Part 1 and 2. | Mohd Yousuf Saraf. |
| 55. | Mr.Dexens's report 1950 on kashmir Issue. | Dexin. |
| 56. | Dr.Frenk Grahams report on Kashmir Issue 1950 | Dr.Frenk Graham. |





| | | |
|---|---|---|
| 57. | Memories of Richard Nixon President of U.S.A. | Nixon. |
| 58. | Immorable trafic in Women. | Sheikh Ab.Karim. |
| 59. | Kashmir Sold & Conchese. | M.L.Kapoor. |
| 60. | White paper on Jammu and Kashmir. | Pakistan Government. |
| 61. | Nehru's Emissary to Kashmir 1947 | Hiralal Atal. |
| 62. | India from Kerzon to Nehru and after. | Durga Dass. |
| 63. | Onwards Kashmir. | A Report on Kashmir. |
| 64. | Kashmir on open bokk. | A file. |
| 65. | Personal file of Prime Minister of R.C.Kak. | R.C.Kak. |
| 66. | Relief and rehablitation | A confidential file. |
| 67. | Archieves.record files. from 1924-1947. | |
| 68. | Kashmir papers. | M.K.Tang. |
| 69. | Muslim Kashmir Conference | |
| 70. | Newyork times. April 1,1964 | |
| 71. | Newyork times. August 15,1965 | |
| | " October 16,1965 | |
| | " October 25,1965 | |
| | " June,3,1966 | |
| 71. | Washington Star.September 11,1965 | |
| | " October 16,1965 | |
| 72. | London Times. May,7, 1957 | |
| | " June 11,1966 | |
| 73. | Daily Telegraph London Jan.13,1948 | |
| | " March 17,1957 | |
| | " Feb. 9 1963 | |
| 74. | Sunday ObserverLondon Jan. 7,1964 | |
| 75 | Economist London Feb.13,1950 | |
| 76. | The Times London. October 10,1947 | |
| | " October 25,1947 | |
| | " February 18 ,1950 | |

| | | |
|---|---|---|
| 77. | Sunday Expresslondon | Dec.3,1952. |
| | " | Dec.2,1962. |
| 78. | Washington post | Dec.21,1962 |
| | " | June 12,1962. |
| 79. | Sunday Calcutta | Dec.19,1982. |
| | " | Dec.25,1982 |
| | " | June 5,1983 |
| | " | June 11,1983 |
| 79. | StatesMan Delhi | March 1,1949 |
| | " | Oct.21,1957 |
| 80. | The Statesman Culcutta | Feb.4,1948 |
| | " | Aug.15,1948 |
| 81. | The Hindustan Times Delhi | Aug.7,1948 |
| | " | April,27,1964 |
| 82. | News Week | Sept.20,1965 |
| 83. | Pakistan Times Lahore | Dec.24,1965 |
| 84. | Stateman Delhi | Feb.14,1964 |
| | " | April,15,1964 |
| 85. | Times of India Bombay | March 2 ,1952 |
| | " | June 7,1962 |
| | " | March 12,1957 |
| 86. | The Free Thinker Delhi | June 7,1956 |
| | " | July 21,1956 |
| 87. | Dawn Karachi. | Oct.22,1947 |
| | " | Nov.16,1947 |
| | " | Nov.30,1947 |


.....